کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:15 Issue:4 April 2022

مدیر

مولانا محمد عبد القوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	رمضان نزولِ قرآن کا مہینہ ہے	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۵
درسِ حدیث	اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی پرواہ نہیں	مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی	۷
پیش گفتار	علم، عمل اور اخلاق میں کمال پیدا کرو	مدیر	۹
گوشۂ سیرت	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتیں	حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ عارفی رحمہ اللہ	۱۷
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین	مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۸
تذکارِ صحابہؓ	سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ	مولانا محمد عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۲۱
گوشۂ رمضان	سحری اور اسلام کا معتدل مزاج	مفتی احمد عبیداللہ یاسر قاسمی	۲۶
"	روزہ، روزے دار اور رمضان	مولانا خالد سیف اللہ صدیقی قاسمی	۲۸
"	رمضان نیکیوں کا موسمِ بہار	مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی	۳۱
"	ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں	مولانا محمد اعجاز خان صاحب رشادی	۳۵
"	رمضان المبارک میں نیک کام کرنے اور۔۔۔۔	مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی	۴۳
اصلاحی مضامین	تعاون کریں؛ اور ذلیل و رسوا نہ کریں	حافظ محمد عمر کامار یڈی، سلّمہٗ	۴۶
فقہ و فتاویٰ	آپ کے شرعی مسائل	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۴۹

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن



رمضان نزولِ قرآن کا مہینہ ہے

از: مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

(سورۃ البقرہ:185)

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن پاک نازل ہوا، جو لوگوں کا رہنما ہے، اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں، اور جو حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے۔

توضیح: ماہ رمضان؛ یہ روحانیت اور نیکیوں کا موسمِ بہار ہے، اس میں گناہ جھڑتے اور خیر و بھلائی کی تازہ کونپلیں پھوٹتی ہیں، مغفرت کی ہوائیں چلتی ہیں، رحمت کی پھوار برستی ہے، اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی عملی مشق ہوتی ہے، یہ آخرت کی کمائی اور نیکیاں سمیٹنے کا خاص سیزن ہے، یہ دریائے رحمت کے جوش اور انوار و برکات کے شباب کا مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں ہر رات اللہ کا منادی پکارتا ہے: یا باغی الخیر اقبل، و یاباغی الشر اقصر۔ ترجمہ: اے خیر و نیکی کے متلاشی! آگے بڑھ اور اے شر و بدی کے خواہش مند! رک جا۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا؛ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم اور رمضان المبارک آپس میں لازم ملزوم ہیں اور ان کا یہ جوڑ اس قدر مضبوط ہے کہ نہ صرف یہ کہ رمضان المبارک میں قرآن کریم اُتارا گیا؛ بلکہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی یہ مقدس کتاب پڑھی بھی سب سے زیادہ جاتی ہے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں: روزہ اور قرآن کریم کے درمیان گہرا تعلق ہے، جو مہینہ نزولِ قرآن کے ساتھ خاص کیا گیا تو ضروری تھا کہ یہ مہینہ روزوں کے ساتھ بھی خاص ہو۔ (تفسیر کبیر ۳/ ۹۸)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

تمام اہل اللہ کا تجربہ ہے کہ دل کی صفائی، ایمانی کیفیت میں زیادتی اور انسان میں استقامت کی صفات پیدا کرنے میں سب سے زیادہ پُراثر اور اہم ترین عمل، قرآنِ کریم کی تلاوت ہے۔

قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے: ترجمہ: جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اور جنھوں نے نماز کی پابندی رکھی ہے اور ہم نے انھیں جو رزق دیا ہے، اُس میں سے وہ (نیک کاموں میں) خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں، جو کبھی نقصان نہیں اٹھائے گی۔ ان کے اعمال کا انھیں پورا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ (فاطر:29)

اسی لئے ہمارے اسلاف و اکابر اس ماہ تلاوتِ قرآن کا کافی اہتمام فرماتے تھے؛ چنانچہ امام مالکؒ جو مشہور فقیہ و مجتہد ہونے کے ساتھ ایک بڑے محدث بھی ہیں؛ لیکن رمضان شروع ہونے پر حدیث پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ کو بند کر کے دن و رات کا اکثر حصہ تلاوتِ قرآن میں لگاتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کا ماہ رمضان میں ۶۱ بار اور امام شافعیؒ کا ۶۰ بار قرآن ختم کرنے معمول تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ اپنی دادی صاحبہ کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ وہ حافظہ تھی، خانگی مشاغل میں کھانا پکانے کے علاوہ روزانہ ایک منزل پڑھنے کا معمول تھا، اور رمضان میں چالیس پارے تلاوت کا معمول تھا، خود حضرتؒ کے بارے میں مذکور ہے کہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم پڑھنے کا معمول تھا۔ (آپ بیتی ۲/ ۶۲)

حضرت سید اصغر حسین صاحبؒ، حضرت شیخ الہندؒ کے معمول کے متعلق فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں حضرت کی خاص حالت ہوتی تھی، اور دن رات عبادتِ خداوندی کے سوا کوئی کام ہی نہیں ہوتا تھا، رات کا اکثر حصہ بلکہ تمام رات قرآن سننے میں گذار دیتے تھے۔ (اکابر کا رمضان: ۶۴) حضرت گنگوہیؒ کی ریاضت و مجاھدہ کی یہ حالت تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا تھا، اس پیرانہ سالی میں جب کہ آپ کی عمر ستر سال سے بھی متجاوز ہو چکی تھی، کثرتِ عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر روزہ اور بعد مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت اوابین پڑھا کرتے جس میں تخمیناً دو پارے سے کم کی تلاوت نہ ہوتی تھی۔ (اکابر کا رمضان: ۱۸)

لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہیے، نیکیوں کے اس موسمِ گلِ رنگ سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اگر اس ماہ بھی ہم معاصی سے باز نہ آئیں، رحمتوں کی یہ فصلِ بہار ہمارے دامن میں اجالا نہ کر سکے، اور ان بابرکت ایام میں بھی ہم اپنے کرتوتوں کی سیاہ روش چھوڑنے پر تیار نہ ہوں، تو افسوس ہے ہماری بدبختی اور شقاوت پر! حضرت جبرئیلؑ نے ایسے نامراد کی تباہی اور بربادی کی بدعا فرمائی اور زبانِ رسالت نے اس پر آمین کہا۔ اللہ ہمیں اس ماہ مبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

درس حدیث



اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی پرواہ نہیں

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (رواہ البخاری: ۱۹۰۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو روزہ دار جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے (یعنی بھوکا پیاسا رہنے) کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: دنیا کی زندگی دراصل امتحان وآزمائش کی زندگی ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (سورۃ الملک: ۲) اللہ نے موت اور زندگی اس لئے پیدا کی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ بہتر ہے، نیز دنیا کی زندگی کے امتحانات میں کامیابی ہی اخروی زندگی کی کامیابی کا ذریعہ ہے، لیکن اس آزمائش میں نفس وشیطان کے مسلسل حملوں سے بچ کر نکلنا ایک وفادار بندہ ہی کا کام ہے، رمضان کے مقدس اور بابرکت مہینہ میں اللہ تعالیٰ اسی مقامِ رضا کو حاصل کرنے کے لئے اپنے بندوں کی بطورِ خاص تربیت کرنا چاہتے ہیں، اِس ماہِ مبارک میں سرکش شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کی عام تقسیم ہوتی ہے، اعمالِ صالحہ کے اجر وثواب میں اضافہ کردیا جاتا ہے، دن میں روزہ رکھا کر گناہوں سے اجتناب کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے، رات میں تراویح ودیگر نوافل کے ذریعہ عبادات کا ذوق وشوق پیدا کیا جاتا ہے، اِس مہینہ کے پہلے عشرہ کو رحمت اور دوسرے کو مغفرت اور تیسرے کو دوزخ کی آگ سے آزادی کا عشرہ قرار دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابِ کرامؓ رمضان کی تیاری اور اُس کا استقبال دو مہینے پہلے سے کرتے تھے:

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

تاکہ رمضان کا مہینہ شروع ہو تو جس قدر ہو سکے دنیوی الجھنوں اور خانگی زائد مشاغل سے آزاد رہ سکے، اور ماہِ مبارک کی ساعات سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکے۔

بہ ہر حال! پورا ماہِ مبارک انواراتِ الٰہیہ وتجلیاتِ ربانیہ سے معمور ہے، جس کے لمحہ لمحہ کی قدر دانی اور شکر گذاری لازم ہے، جس قدر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو دامن میں سمیٹا جائے کم ہے، لیکن ان کے ساتھ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایسے نورانی و پاکیزہ ماحول میں گناہوں اور معصیتوں کا ارتکاب اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے، اور اللہ پاک کے غضب کا ذریعہ ہے، اِس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کی چاہت رکھنے والوں کی اولین ذمہ داری ہے کہ رمضان کی مقدس ساعات کی بھرپور حفاظت کریں اور خاص طور پر اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے، اگر روزہ رکھتے ہوئے گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہ کیا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھوکا پیاسا رہنا ہے، اِس لئے روزہ کو اُس کے مکمل آداب کے ساتھ رکھا جائے"۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائیں ہیں کہ روزہ دار کو اُن کا اہتمام ضروری ہے:

پہلی چیز: نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتیٰ کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے، پھر اجنبی کا کیا ذکر! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص اُس سے اللہ کے خوف سے بچے رہے حق تعالیٰ جل شانہ اُس کو ایسا نورِ ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے۔ **دوسری چیز:** زبان کی حفاظت ہے، جھوٹ، چغل خوری، لغو بکواس، غیبت، بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اِس میں داخل ہیں، بخاری شریف کی روایت ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے، اس لئے روزہ دار کو چاہئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات نہ کرے، اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ **تیسری چیز:** کان کی حفاظت ہے، ہر مکروہ چیز سے جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سُننا بھی ناجائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔ **چوتھی چیز:** باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا، اسی طرح افطار کے وقت پیٹ کا مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا۔ **پانچویں چیز:** افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے۔ **چھٹویں چیز:** جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری ہے یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نہ معلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں" (فضائلِ رمضان)۔ مشائخ کے بتلائے ہوئے اِن امور کی رعایت کے ساتھ روزہ رکھیں گے تو انشاء اللہ اُس کے ثمرات وبرکات سے بھی مالا مال ہوں گے۔

پیش گفتار

علم، عمل اور اخلاق میں کمال پیدا کرو

یہ خطاب استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم نے جلسۂ اختتام درسِ بخاری کے موقع پر نو فارغ علماءِ کرام وفارغین شعبہ افتاء ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد سے فرمایا، جسے ادارہ کے گرامی قدر استاذ مولانا محمد ندیم الدین قاسمی حفظہ اللہ نے ترتیب دے کر قارئینِ ماہنامہ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ از مرتب

سندِ فضیلت حاصل کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے

دورانِ اسباق، ملک وملت اور ذمہ داریوں کے حوالے سے جو باتیں سامنے آتی رہیں ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر آپ کو میدانِ عمل میں اترنا ہے، یہ "سندِ فضیلت" کوئی معمولی چیز نہیں، یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے، علماء اس کی مثال دیتے ہیں: آدمی کو شادی سے پہلے شادی کی بے انتہاء خواہش ہوتی ہے اور وہ اُسے بس ایک خوشی سمجھتا ہے، لیکن شادی کے بعد جب ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے، مسائل کھڑے ہوتے ہیں، بال بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم کا بوجھ سر پر پڑتا ہے تو آدمی سوچتا ہے کہ اگر یہ پہلے پتہ ہوتا تو شادی ہی نہ کرتا، اسی طرح دورانِ تعلیم آپ کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کے سر پر کتنی بڑی ذمہ داری آنے والی ہے، وارثِ نبی اور نائبِ نبی ہونا کوئی کھیل تماشہ نہیں، امتِ محمدیہ کے ایمان کی حفاظت اب آپ کی ذمہ داری ہے؛ اس لئے کہ آپ انبیاء کے وارث ہیں، ان کی وراثت دراہم ودنانیر نہیں؛ بلکہ علم ہے **"انما ورثوا العلم"**۔

امتوں کو انبیاء کرام سے تین چیزیں ملتی ہیں

امتوں کو انبیاء کرام سے تین چیزیں ملتی ہیں: علم، عمل اور اخلاق۔ بعض فارغ ہونے والے طلباء ایسے ہوتے ہیں جنہیں علم بھی ڈھنگ سے حاصل نہیں ہوتا، کچھ ایسے ہیں جنہیں علم تو عمدہ طریقہ سے حاصل ہو گیا لیکن

عملی زندگی سنت کے مطابق نہیں، کچھ ایسے ہوتے ہیں جو عالم باعمل تو ہوتے ہیں؛ لیکن اخلاق کامل نہیں ہوتے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ آپ کے اندر یہ تینوں چیزیں بہ درجۂ کمال موجود ہوں، علمِ نبوت بھی کامل ہو، اعمالِ نبوت بھی اور اخلاقِ نبوت بھی۔ اِن تین چیزوں میں جب کمال پیدا کریں گے تب ہی صحیح طریقے پر جانشین اور نائبِ رسول ہوں گے۔ عزیزو! آج تو صرف آپ لوگوں کا نصاب مکمل ہو رہا ہے، علم حاصل کرنے اور اس میں کمال پیدا کرنے کا وقت در حقیقت یہیں سے شروع ہوگا، اگر آج آپ نے کتاب بند کردی تو علم کا دروازہ بھی بند ہوجائے گا؛ اس لئے ہمیشہ محتاجِ علم اور طالبِ علم بن کر رہیں۔ کتبِ تفاسیر کا مراجعہ کریں ایک آیت کی آپ کو تفسیر کرنی ہو تو محض اندازے سے تفسیر نہ کریں بلکہ اس کے لئے کتبِ تفاسیر کا مراجعہ ومطالعہ کریں، پھر مرادِ خداوندی کو اچھی طرح سمجھ کر امت تک پہنچائیں، حضرت حکیمُ الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے تھے: ایک ہیں قرآن کریم کے الفاظ، اور ایک ہیں ان الفاظ کے معانی، معانی کے تحت مفاہیم ہیں، اور مفاہیم کے تحت مراد ہے، پھر اس کے تحت کئی علوم ہیں، اِن علوم کا سلسلہ یکے بعد دیگرے بڑھتا جائے گا، جب آپ الفاظ کے سمجھنے سے فارغ ہوں گے تو معانی کا نمبر آئے گا، معانی کھلیں گے تو مفاہیم سمجھ میں آئیں گے، جب مفاہیم سمجھ میں آئیں گے تو مرادِ باری تعالیٰ تک پہنچنے میں کامیابی ملے گی۔ سطحی طور پر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

علم کسے کہتے ہیں؟

علم ایک بڑی دولت ہے، جب حاصل ہوجاتی ہے تب آدمی کو پتہ چلتا ہے۔ ایک طالب علم تھے خوب پڑھتے اور راتوں میں مطالعہ کرتے تھے، دورانِ مطالعہ کوئی نئی بات معلوم ہوتی تو رقص شروع کرتے اور آواز لگاتے: "أین ابناء الملوک، أین ابناء الملوک؟" شہزادے کہاں ہیں؟ شہزادے کہاں ہیں؟ ہم سے پوچھو! ہم بتائیں گے کہ دولت کسے کہتے ہیں؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو بادشاہِ وقت نے کسی کام سے بلایا، تخت پر بٹھا کر گفتگو کی، درباریوں کو اعتراض ہوا کہ ایک مُلّا کو اتنا اعزاز دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تو حضرتؒ نے شاہانِ مغلیہ کو خطاب کیا اور فرمایا۔

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کئے دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

اے لوگو! ولی اللہ دہلوی اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے، اس میں اللہ کی محبت کے کچھ موتی پنہاں ہیں، آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ کوئی رئیس ہو تو میرے سامنے آئے؛ کیوں کہ تمہاری دولتیں، تمہاری وزارتیں، تمہاری سلطنتیں سب زمین کے اوپر رہ جائیں گی اور تمہیں دوگز کفن میں لپیٹ کر خاک میں ڈال دیا جائے گا۔

اس وقت پتا چلے گا کہ دنیا کی کیا حقیقت تھی۔

اس علم کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس دولتِ علم کو رکھتے ہوئے کسی دوسرے کی طرف نظر نہ اٹھائیں، دنیا بڑی سے بڑی دولت اور ریل پیل میں ہوگی، آپ کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے، آپ کے اعزاء و اقرباء بڑے سے بڑے محل بناتے ہوں گے، قیمتی گاڑیوں میں پھرتے ہوں گے، ان کے پاس شوروم، فارم ہاؤس ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی کچھ بھی ہو ہر ایک کو دیکھ کر آپ کے دل میں یہ آنا چاہئے" دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش" کسی سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔ اپنے پروردگار کی جانب سے ملنے والے اجر کو اپنا مطلوب بنائیں، اسی کے لئے جئیں، اسی کے طالب رہیں، تب ہی ہم صحیح خدمت کرسکیں گے۔ ہمارا مطلوب صرف امت کی صلاح وفلاح ہو امت کی خدمت کے لئے ذہن کا فارغ ہونا ضروری ہے، آپ کا بُغیہ، آپ کا مقصود و مطلوب اس امت کی صلاح وفلاح کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو، اس کے علاوہ جو کچھ اپنی ضروریات ہیں اللہ پاک جب دیدیں گے تو لے لیں گے، باقی اپنی خدمتوں اور محنتوں کو بدلہ تو اس کے لئے" ان اجری إلا علی اللہ" پر نظر رکھیں، دین کی خدمت کا صلہ تو خدا تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور دے ہی نہیں سکتا۔

اللہ پر توکل ہونا چاہیے

اللہ پر توکل ہو ہمیشہ صرف اللہ ہی سے مانگیں، مرکز نظام الدین میں ایک بزرگ تھے، منشی اللہ دیتا صاحب بڑے صاحب نسبت اور بہت ہی متوکل بزرگ تھے، وہاں مطبخ کا نظام چلانے والی جماعت بدلتی رہتی ہے، ایک جماعت آئی، سب انتظامات بتادئے گئے اور منشی صاحب کے بارے میں بھی بتادیا گیا کہ اُن کے حجرے میں کھانا پہنچا دیا کریں، لیکن اس جماعت سے بھول ہوگئی اور تین دن تک منشی صاحب بھوکے رہے پھر حضرت جی انعام الحسن صاحبؒ کو پتہ چلا تو وہ خود حضرت کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ حضرت! اس جماعت سے بھول ہوگئی، آپ مجھ سے تو کہہ دیتے، مجھے تو اپنا سمجھتے، کئی دفعہ یہ بات کہی تو منشی صاحب جوش میں آئے اور کہا: حضرت جی! آپ بھی تو "غیر اللہ" ہی ہو، مجھے صرف اللہ سے لینا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

تَوَكَّلتُ فِي رِزقِي عَلَى اللهِ خالِقِي
وَأَيقَنتُ أَنَّ اللهَ لا شَكَّ رازِقِي

وَما يَكُ مِن رِزقي فَلَيسَ يَفوتني
وَلَو كانَ في قاعِ البِحارِ العَوامِقِ
سَيَأتي بِهِ اللَّهُ العَظيمُ بِفَضلِهِ
وَلَو لَم يَكُن مِنّي اللِسانُ بِناطِقِ
فَفي أَيِّ شَيءٍ تَذهَبُ النَفسُ حَسرَةً
وَقَد قَسَمَ الرَحمنُ رِزقَ الخَلائِقِ

اگرچہ ہم نے مانگا نہ ہو، ہمیں معلوم بھی نہ ہو اس نے جو مقدر کر رکھا ہے وہ سمندر کی گہرائیوں میں ہی کیوں نہ ہو اللہ نکال کر ہم تک پہنچائے گا۔

عید کا دن تھا حضرت امام شافعیؒ کے پاس کچھ نہیں تھا ایک دوست کے پاس لکھ بھیجا، اس دوست نے کچھ رقم بھیجی ہی تھی کہ اتنے میں کسی نے اپنی محتاجی و پریشانی کا ذکر کر دیا، حضرت نے کہا کہ جتنی ضرورت ہے اتنی رقم لے لو، تو وہ شخص گنا اور کہا کہ حضرت! سب میری ضرورت کا ہے، حضرت نے کہا کہ سب لے جاؤ، رات کا بڑا حصہ گذرنے کے بعد خلیفۂ وقت کا قاصد ان کے پاس آیا اور کہا کہ خلیفہ نے طلب کیا ہے، حضرت نے سوچا کہ کل عید کی تیاری و بیان کے تعلق سے کچھ بات ہوگی، حضرت جیسے ہی محل میں گئے تو بادشاہ نے کہا: حضرت! کم از کم مجھے اپنا سمجھ لیتے، بہت دور تک آپ نے بات پہنچادی، سو اشرفیاں دیں، حضرت نے پوچھا کہ قصہ کیا ہے؟ تو بادشاہ نے کہا کہ میرے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور کہا کہ شافعی کی خبر لو! میں سمجھ گیا اور بے چین ہو گیا۔

عزیزو! آپ سے ادباً، شفقۃً، محبۃً گذارش ہے کہ یہ صفات اپنے بڑوں سے سیکھو، بڑوں کا نام لینا، ان کے قصے سنا کر مجلس گرما دینا بہت آسان ہے؛ مگر ان کی صفتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا بہت مشکل ہے، جتنے محدثین کو پڑھ چکے ہو، جتنے فقہائے کرام کا علم حاصل کیا ہے سب کی زندگی انتہائی بے نیاز زندگی تھی، سب کو اللہ نے عزت عطا فرمائی؛ اگرچہ دنیا کم دیا ہو لیکن اللہ نے ان کو دارین کی سعادت و عافیت عطا فرمائی۔ اگر ہم مختصر سی تدبیر کر کے اللہ پر اعتماد نہیں کریں گے تو ہم دین کا کام کیسے کر سکیں گے؟

قناعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے

وہ جو کروڑ پتی ہیں جنہیں دیکھ کر خیال ہوتا ہوگا کہ کاش! ہم بھی ان جیسے ہوتے، آپ ان سے پوچھئے تو معلوم ہوگا کہ ان کی دولت نے انہیں ابھی تک سکون نہیں دیا، ان کی حرص و ہوس کی آگ ابھی بجھی نہیں؛ جیسا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے لئے دو وادی سونا ہوجائے تو بھی وہ یہی خواہش کرے گا کہ ایک اور وادی ہوتی؛ اس لئے قناعت اختیار کریں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، فکروں میں نہ پڑیں، ہاں خدا سے مانگنے میں کوئی حرج اور قابلِ تشویش بات نہیں؛ بلکہ عین عبادت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معیشت کی سہولت بھی مانگی ہے، اخیر عمر میں رزق کی برکت بھی مانگی ہے، لیکن یہ طے کرلیں کہ مانگنے کے بعد جو کچھ دیدیں اس سے راضی رہیں گے۔

یہ دعا ضرور کرتے رہیں

اللہ سے یہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ! ہمیں خدمتِ دین سے کبھی محروم نہ فرمانا، اللہ محتاج نہیں ہے، یہ دین غالب ہونے کے لئے آیا ہے اور ہوکر رہے گا، یہ دین ہر کچے پکے گھر میں داخل ہوکر ہی رہے گا، ہم محتاج ہیں کہ اللہ اپنے دین کا کام ہم سے لے لیں؛ اس لئے نیاز مند اور حاجت مند بن کر اس دین کی خدمت کرتے رہیں۔

ایک اہم علمی نکتہ

ایک دفعہ حضرت جی انعام الحسن صاحبؒ اپنی اخیر عمر میں حیدرآباد تشریف لائے اور علماء سے تھوڑی دیر خطاب کیا اور فرمایا: آپ لوگوں کو نکتہ نوازی کی عادت بھی ہے اور نکتہ سمجھنا بھی جانتے ہیں؛ اس لئے ایک نکتہ کی بات بتاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ لفظ "علم" میں وہی حروف ہیں جو لفظ "عمل" میں ہیں؛ لیکن نکتہ کی بات یہ ہے کہ "علم" میں حرکات کے اعتبار سے دو سکون اور ایک حرکت ہے اور "عمل" میں دو حرکتیں اور ایک سکون ہے، اس میں لطیفہ یہ ہے کہ جب تک علم حاصل کرنے کا زمانہ ہے اپنے عمل پر اکتفاء کرتے ہوئے سکون کے غلبہ کے ساتھ حصولِ علم پر توجہ دینا چاہئے، اور جب یہ زمانہ ختم ہوکر عمل کا زمانہ شروع ہوجائے تو اب اپنے عمل کو کافی نہیں سمجھنا چاہئے؛ بلکہ حرکت دوگنی ہوجائے کہ میں بھی دین پر قائم رہوں اور امت بھی دین پر قائم رہے، اب سکون وراحت کم، کوششیں، فکریں، حرکت وعمل زیادہ ہو۔

اب کنواں نہیں ابرِ کرم بنیں

اب ہم خود ہی قوم کے محتاج بنیں، اور ابرِ کرم بن کر ان پر برسیں، پہلے دور میں کہا جاتا تھا کہ علماء کنواں ہیں، پیاسے خود آئیں گے اور اپنی پیاس بجھالیں گے، اب دور ایسا آگیا ہے کہ پیاسے کو پیاس لگ رہی ہے، مگر وہ مرنے کو تیار ہے کنویں تک جانے کو تیار نہیں، ایسے پیاسوں کے لئے آپ کو کنواں نہیں ابرِ کرم بن جانا ہے، حضرت شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کی نصیحت دل پر نقش کرلینا ہے۔

رحمت کا ابر بن کر سارے جہاں پر چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

اب آپ کو خود جا کر لوگوں کے حالات معلوم کرنے ہیں، فکریں کرنا ہیں، جو گم راہ ہیں انہیں سیدھا راستہ دکھانا ہے، اپنے محلے، علاقے اور جہاں تک اللہ توفیق دے وہاں تک بڑی حکمتِ عملی سے یہ کام آپ کو کرنا ہے۔ عقائد میں آپ مقلد نہیں محقق ہیں آپ نے اہل السنت والجماعت کی دو کتابیں (عقیدۃ الطحاوی اور شرح عقائد نسفی) دلائل کے ساتھ پڑھ لی ہیں، اب آپ مقلد نہیں محقق ہیں، اب ان سچے عقیدوں کو خاندان تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے۔

راہِ دعوت میں مشقتیں ہیں

اس راہ کی تکالیف کو برداشت کریں اس راستے میں تکلیفیں بھی ہوتی ہیں، مخالفین کا سامنا بھی رہتا ہے، اور حاسدین بھی رہتے ہیں؛ اس لئے بار بار سوچ لینا اور دل کو اطمینان دلا لینا کہ یہ جو کچھ موانع میرے سامنے ہیں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی تھے، معلوم ہوا کہ اللہ کا فطری نظام ہی یہ ہے کہ وہ دین کے داعیوں کے لئے حاسدین، مخالفین اور دشمنوں کو کھڑا کرتا ہے جس سے ہمارے اندر جلا اور قوت عمل میں تازگی پیدا ہوتی ہے، اگر سامنے کوئی نہ ہو تو ہم فرعون بن جائیں، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ۔ اس لئے آپ کو ان رکاوٹوں سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے، البتہ آپ کے دل میں ایک بات ہونی چاہیے جو آپ اللہ سے بار بار کہتے رہیں: إن لم تكن ساخطا علي فلا أبالي، غير أن عافيتك أوسع لي۔ ترجمہ: اے اللہ! اگر آپ کی تقدیر سے یہ آزمائشیں ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، بس اتنا چاہتا ہوں کہ آپ ناراض نہ ہوں؛ البتہ عافیت میرے لئے بہتر ہے۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
مدِ نظر تو مرضیٔ جاناناں چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اپنی اصلاح کی بھی فکر کریں

دنیا کو سدھارنے، اور امت کی صلاح وفلاح کی فکروں میں کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہم خود کی صلاح وفلاح

کی فکر سے غافل ہوجائیں، آج کل "personal development" کے نام سے جنونی انداز میں اپنی شخصیت بنانے میں لوگ کیا کیا نہیں کررہے ہیں؟ یہ سب دھوکہ ہے، عالم وہ ہے جس کو صحت ظاہری کے ساتھ ساتھ صحت روحانی ومعنوی کی بھی فکر ہونی چاہئے، حدیث: **المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف**، میں جسمانی اور روحانی ہر دو اعتبار سے قوی مومن مراد ہے۔ حضرت شاہ حکیم اختر صاحبؒ نے ایک دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الصِّحَّةَ وَالۡعِفَّةَ وَالۡاَمَانَةَ وَحُسۡنَ الۡخُلُقِ وَالرِّضَا بِالۡقَدۡرِ پر بیان فرمایا تھا، اس میں کہا کہ اس میں "صحت" سے صحت جسمانی اور صحت روحانی دونوں مراد ہیں۔

صحبت اہل اللہ بھی ضروری ہے

یہ دولت ونعمت (روحانی طاقت) کسی اللہ والے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی؛ اس لئے اس کا بھی اہتمام کریں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے وصیت فرمائی تھی: "پسرم ملائے خشک ونا ہموار نباشی" بیٹا! بس ایک محقق عالم بن کر نہ رہ جانا، بل کہ کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرکے تعلق مع اللہ اور تقوی اللہ کے مرتبۂ بلند پر پہنچنے کی فکر بھی کرتے رہنا۔ (مدارس ہمیں عالمِ منزل بناتے ہیں اور خانقاہیں ہمیں بالغِ منزل بناتی ہیں)

برکف جام شریعت، برکف سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

یہی ہمارے سارے اکابر علمائے دیوبند کا وصف امتیازی رہا ہے کہ ان حضرات نے شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کو بھی مضبوطی کے ساتھ تھاما، ظاہر بھی بنایا اور باطن کو بھی سنوارا، کوشش کریں کہ پچھلے پہر اُٹھ کر کچھ دیر اللہ کے ساتھ لولگائیں، یہ خدا سے راز ونیاز کا بہترین وقت ہے، حدیث میں ہے: ينزل ربنا تبارك وتعالى إلى السماء الدنيا كل ليلة حين يبقى ثلث الليل الآخر فيقول: من يدعوني فأستجيب له، من يسألني فأعطيه، من يستغفرني فأغفر له، حتى ينفجر الفجر۔ اپنے بستر کو چھوڑ کر کچھ وقت اللہ کے ساتھ لگاؤ ع

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

ہم ظاہری طور پر کتنے ہی قابل، لائق کیوں نہ ہوجائیں اگر "تعلق مع اللہ" نہیں تو نہ زبان میں تاثیر، نہ قلب میں روشنی، نہ ہماری صحبت کا کچھ برکت۔ اگر تعلق مع اللہ ہے تو پھر سب کچھ ہے گو ہم میں علمی قابلیت زیادہ نہ ہو، ہمارا حال یہ ہونا چاہئے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم ترا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو ترا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں
پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

آخری بات

اپنے اخلاق کو بلندیوں تک پہنچاؤ، حلم، وقار اور سکینت کی دولت کو اپنے سے دور ہونے مت دو، مفتی عفان منصور صاحب دامت برکاتہم نے چند دن قبل آپ لوگوں کو حضرت عمرؓ کی نصیحت سنائی تھی: تعلموا العلمَ، وتعلموا للعلمِ السكينةَ والوَقارَ، وتواضعوا لمن تَعَلَّمون منه . ترجمہ: علم حاصل کرو اور علم کے لئے سکون ووقار کو سیکھو اور اپنے اساتذہ کرام کے سامنے بچھ جاؤ۔ اگر آپ میں سکینت ووقار کی صفت نہیں تو نہ امت میں مقبول ہو سکتے ہو نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بندہ بن سکتے ہو، ایک کامیاب آدمی اور کامیاب داعی بننے کے لئے بلند کرداری ضروری ہے، کوئی کام ایسا نہ کرو جو عالم کو زیب نہ دے اور جاہلوں کے ساتھ مت الجھو۔

الغرض انبیاء کرام سے ملنے والی یہ تینوں چیزیں (علم، عمل اور اخلاق) اپنے اندر پیدا کریں، اپنی شخصی زندگی کو متقی بنائیں، خدا سے محبت اتنی ہو کہ کوئی طاعت مشکل نہ ہو، خشیت اتنی کہ کسی گناہ کا حوصلہ نہ رہے۔

اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

گوشۂ سیرت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتیں

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک دفعہ) مجھے دس باتوں کی نصیحت فرمائی۔

۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اگرچہ تم کو قتل کر دیا جائے، اور

۲) اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگرچہ وہ تم کو حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال ومنال چھوڑ کے نکل جاؤ۔

۳) کبھی ایک فرض نماز بھی قصداً نہ چھوڑو، کیوں کہ جس نے ایک فرض نماز قصداً چھوڑ دی اس کے لئے اللہ کا عہد اور ذمہ نہیں ہے۔

۴) ہرگز کبھی شراب نہ پیو، کیوں کہ شراب نوشی سارے فواحش کی جڑ اور بنیاد ہے۔ (اسی لئے اس کو اُمّ الخبائث کہا گیا ہے)

۵) ہر گناہ سے بچو، کیوں کہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ نازل ہوتا ہے۔

۶) جہاد کے معرکے سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو اگرچہ کُشتوں کے پُشتے لگ رہے ہوں۔

۷) اور جب تم کسی جگہ لوگوں کے ساتھ رہتے ہو اور وہاں کسی وبائی مرض کی وجہ سے موت کا بازار گرم ہو جائے تو تم وہیں جمے رہو۔ (جان بچانے کے خیال سے وہاں سے مت بھاگو)

۸) اور اپنے اہل وعیال پر اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق خرچ کرو۔ (نہ بخل سے کام لو کہ پیسہ پاس ہوتے ہوئے اُن کو تکلیف ہو اور نہ خرچ کرنے میں اپنی حیثیت سے آگے بڑھو)

۹) اور ادب دینے کے لئے اُن پر (حسبِ ضرورت وموقع) سختی بھی کیا کرو۔

۱۰) اور ان کو اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔ (مسند احمد)

(ماخوذ از: اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مرتبہ: حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ)

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب: فاطمہ نام، یہ اسد بن ہاشم کی بیٹی تھیں اور عبد المطلب جد رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی تھیں، مکہ میں پیدا ہوئیں، ان کا نکاح ابو طالب بن عبد المطلب سے ہوا، یہ حضرت ابو طالب کی زوجہ، رسول اللہ ﷺ کی چچی اور سمدھن، حضرت جعفر طیار، شہید موتہ، اور حیدر کردار حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی والدہ اور خاتون جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء ؓ کی خوش دامن اور ساس ہوتی ہیں، ان کے والد اسد بن ہاشم حضرت عبد المطلب کے سوتیلے بھائی تھے۔

اولاد: قبیلہ قریش کے معزز گھرانے میں اپنی آنکھیں کھولیں، یہیں پرورش و پرداخت ہوئی، عبد المطلب نے انہیں اپنی بہو بنانے کے لئے منتخب کیا، ان کا نکاح ابو طالب (عبد مناف) سے ہوا، اللہ عزوجل نے انہیں چار فرزند اور تین لڑکیاں مرحمت فرمائیں جن میں طالب، عقیل، جعفر اور علی رضی اللہ عنہم شامل ہیں، لڑکیوں میں اُم ہانی، جمانہ اور ربطہ تھی۔

شعری ذوق: شعر کا اچھا ذوق رکھتی تھیں، شعر و شاعری پر درک اور عبور حاصل تھا، چنانچہ چند اشعار ہیں جو انہوں نے اپنے فرزند عقیل کے حوالے سے کہے ہیں:

أنت تکون ساجد نبیل
مهذب شمال بلیل

قبولیت اسلام: آغاز اسلام میں خاندانِ بنی ہاشم نے نبی کریم ﷺ کی خوب معاونت اور دست گیری کی، ان میں اکثر و بیشتر مسلمان ہو گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی انہیں میں سے ہیں، بلکہ قبول اسلام کے حوالے سے سابقین اولین میں سے ہیں انہوں نے دس لوگوں کے بعد قبول اسلام کیا، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ شرف اسلام سے مشرف ہوئیں، اگر چہ ان کے شوہر حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے، تاہم وہ

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

اور ان کی بعض اولاد نے اسلام قبول کیا، جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دست و بازو بنیں رہیں۔

صبر و تحمل: بڑی متحمل مزاج اور اور کمال درجے کی ہمت آور خاتون تھی، سن ۷ ہجری میں جب قریش مکہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا بائیکاٹ کیا اور ان سے قطع تعلق کر لئے، ان سے کوئی چیز خرید وفروخت اور ان سے رشتہ ناطہ سے منع کر دیا، اور فیصلہ کو تحریری شکل دے کر ہر قبیلہ کے نمائندے کی دستخط کے ساتھ اُسے درِ کعبہ پر آویزاں کیا، حضرت ابو طالب کو اس کا علم ہوا تو وہ ہاشم اور ان کے بھائی مطلب کے تمام اولاد واحفاد کو لے شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہو گئے، صرف ابولہب اور کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مشرکین کا ساتھ دیا، بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب تین برس تک شعب ابی طالب میں زہرہ گداز مصائب وآلام جھیلتے رہے، پتیاں چھالیں وغیرہ کھا کر گذارہ کئے رہے، اس وقت بھی ان محصورین میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے بڑی جرأت وہمت کا مظاہرہ کیا، سارے کنبے اور خاندان کو ہمت دلائی اور ان کے ساتھ استقامت اور پامردی کے ساتھ کھڑی رہیں۔

بعثت کے بعد جب اہل حق پر مشرکین کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرح ہجرت کی اجازت دی، چنانچہ سن ۵ کے بعد اور سن ۶ کے بعد والی بعثت میں مسلمانوں کے دو قبیلے یکے بعد دیگر ارضِ مکہ سے کوچ کر کے حبشہ پہنچ گئے، ان مہاجرین میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی تھیں، اس موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے اور بہو کی جدائیگی کو بڑے حوصلے اور صبر کے ساتھ تحمل فرمایا۔

ہجرت اور عام حالات:

جب مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے لگے تو یہ بھی مدینہ ہجرت کر آئیں، ہجرت کے دو تین سال بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی والدہ (حضرت فاطمہ بنت اسد) سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی آتی ہیں، میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی" کفی فاطمه بنت رسول الله سقاية الماء والذهاب فى الحاجة، ويكفيك الداخل الطحن والعجن "۔

(اسد الغابہ: فاطمة بنت أسد: ۷/ ۲۱۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

فاطمہ بنت اسدؓ کا احترام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بڑا احترام اور اکرام فرماتے، ان سے بڑی محبت فرماتے، ان سے ملنے اکثر تشریف لے جاتے اور ان کے گھر آرام فرماتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی دفعہ ان کی شرافت، شفقت، محبت اور بہترین اخلاق وخصائل کا ذکر خیر فرمایا:

اصابہ میں ہے: ''کانت امرأة صالحة وكان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يزورها ويقيل فی بيتها''

''وہ نہایت صالح خاتون تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ: فاطمۃ بنت اسد: ۸/ ۲۶۸)۔

ان کو یہ شرف وفضیلت بھی حاصل ہے کہ خاندان بنو ہاشم کی وہ پہلی خاتون ہیں، جن کے بطن سے ہاشمی پیدا ہوا اور جنہوں نے ایک خلیفہ کو جنم دیا، ان کے بعد یہ شرف خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء کو نصیب ہوا کہ انہوں نے حضرت حسن کو جنم دیا پھر یہ شرف زبیدہ کو ملا کہ ان کے بطن سے امین پیدا ہوا، لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان تینوں ہاشمیوں میں سے کسی کو منصب خلافت سازگار ثابت نہ ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، حضرت حسن نے خلافت حضرت امیر معاویہؓ کے حوالہ کر دی اور امین بھی مامون کے مقابلے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ (اسد الغابہ: فاطمۃ بنت أسد: ۷/ ۲۱۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وفات: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حین حیات ہی وفات پا گئیں، بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے قبل انتقال کر گئیں؛ لیکن یہ معتبر روایت نہیں ہے، سن ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پائی، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر کفن دیا اور قبر میں اتر کر لیٹ گئے، لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے احسان اور سلوک نہیں کیا تھا، اس بناء پر میں نے ان کو قمیص پہنایا کہ جنت میں ان کو حلّہ ملے اور قبر میں لیٹ گیا کہ شدائد قبر میں کمی واقع ہو۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ۶/ ۳۴۰۸، دار الوطن للنشر، الریاض)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی قبر کے پاس بیٹھ کر دعا فرمائی تھی: ''اللہ الذی یحی ویمیت وھو حی لایموت، اغفر لأمی فاطمة بنت أسد، ووسع لها مدخلها، بحق نبيك والأنبياء من قبلی، فإنك أرحم الراحمين'' (اے اللہ جو زندگی اور موت دیتا ہے، اور خود زندہ رہتا ہے، اس پر موت طاری نہیں ہوتی، میری ماں حضرت فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اور آپ کے نبی اور مجھ سے قبل انبیاء کے واسطہ سے ان کے ٹھکانے کو کشادہ فرما، بیشک آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ (خلاصۃ الوفاء بأخبار دار المصطفی: ۲/ ۳۶۹)

تذکارِ صحابہؓ

ضیغمِ اسلام، سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ قاسمی*

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے محبوب چچا، رضاعی بھائی اور آپ کے ہم عمر و ہم سن تھے، جب مسلمان ہوئے تو اسد اللہ و اسد الرسول کہلائے۔ ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا؛ مگر اُس وقت بھی آپ ﷺ کے عاشق زار اور ہم دم و جاں نثار رہے پھر قبولِ اسلام کے بعد تو علی الاعلان آپ کے فدائی و شیدائی ہو گئے؛ بل کہ صاف لفظوں میں قریش مکہ اور رؤساء عرب کو خطاب کر کے فرمایا: میں اسلام قبول کرنے جا رہا ہوں، اگر کوئی روکنا چاہے تو روک کر بتائے۔

ذاتی احوال:

نام ونسب: حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ۔

کُنیت: آپ کی کُنیت آپ کے دونوں بیٹوں کے نام کی نسبت سے ابو یَعلیٰ، اور ابو عُمارۃ ہے۔

والد کا نام: حضرت عبدالمطلب بن ہاشم۔ **والدہ کا نام:** ہالۃ بنت وُھیب۔

راجح قول کے مطابق حضرت حمزہ کی ولادت حضور ﷺ کی ولادت سے دو سال قبل ہوئی۔

نمایاں اوصاف: آپؓ کو شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی کا بچپن ہی سے شوق تھا، سیر و شکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی رہی؛ اسی لیے زندگی کا بڑا حصہ اسی مشغلہ میں بسر ہوا اور اسلام کے ابتدائی دو غزووں میں آپ کو اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کا موقع ملا اور واقعی آپ نے حق ادا کر دیا۔ نیز آپ کی سخاوت و صلہ رحمی بھی مثالی تھی۔

ازواج و اولاد: حضرت حمزہؓ نے متعدد شادیاں کیں، ان میں سے ہر ایک کے بطن سے اولاد ہوئی، لڑکوں کے نام یہ ہیں، ابو یعلیٰ، عامر، عمارہ، آخر الذکر دونوں لاولد فوت ہوئے، ابو یعلی سے چند اولادیں ہوئیں؛ لیکن وہ سب بچپن ہی میں انتقال کر گئیں، اس طرح حضرت حمزہؓ کا سلسلہ نسل شروع ہی میں منقطع ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد، قسم اول، جز ثالث: ۷)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

دامن اسلام میں:

توحید کی دل نواز صداؤں سے حجاز کے کوہ و دمن گونج رہے تھے، تاہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو صحرانوردی اور سیر وشکار سے فرصت نہیں تھی کہ توحید کی حقانیت اور اسلام کی دعوت پر غور کریں؛ لیکن خدا نے عجیب طرح سے آپ کی رہنمائی کی، دینِ اسلام کا ابتدائی دور جو کہ مسلمانوں کے لیے انتہائی مشکلات سے بھرا ہوا تھا، اس وقت کی بات ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ''صفا'' کے قریب کسی جگہ سے گزر رہے تھے، تب اتفاقاً وہاں ابوجہل بھی آپہنچا، آپ کو اس نے بہت زیادہ برا بھلا کہا، انتہائی نازیبا قسم کی باتیں کیں، اور خوب ہرزہ سرائی کرتا رہا، آپ نے اس کی اس بیہودگی کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اپنے مقام پر آ گئے، ابوجہل اپنی اس فضول اور بیہودہ گفتگو کے بعد، اور آپ کی شان میں اس قدر گستاخی کے بعد وہاں سے کچھ فاصلے پر سردارانِ قریش کی ایک محفل میں جا کر بیٹھ گیا۔ ایک کنیز نے یہ تمام منظر دیکھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے، ابوجہل اپنی قوم کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی کمان مار کر اُس کا سر زخمی کر دیا اور وہیں اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور کہا کہ ''تم سب خوب اچھی طرح سُن لو، آج سے میں بھی اسی نئے دین میں شامل ہو رہا ہوں، اسی دین کو قبول کر رہا ہوں، کیونکہ وہی دینِ برحق ہے، تم میں سے کوئی مجھے روک سکتا ہے تو روک لے، میں جا رہا ہوں''۔

پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں وہاں سے روانہ ہو گئے، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، آمد کا مقصد بتایا، دینِ اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کلمۂ حق ''**اشھدان لاالٰہ الااللہ، واشھدانّ محمدارسول اللہ**'' پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو انتہائی مسرت ہوئی، جبکہ مشرکین کے لیے یہ بات بڑے ہی صدمے اور پریشانی کا سبب بنی؛ کیوں کہ سردارانِ عرب میں آپ رضی اللہ عنہ کا جو بہت زیادہ اثر ورسوخ تھا، اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام مسلمانوں کے لیے بڑی کامیابی؛ جبکہ مشرکین کے لیے بڑا خسارہ ثابت ہوا۔ (سیرۃ ابن اسحاق)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شان:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا، ان میں سب سے افضل انبیاء ومرسلین ہی رہیں گے اور رسولوں کے بعد سب سے افضل شہداء کرام ہوں گے اور یقیناً شہداء کرام میں سب سے افضل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ (جامع الاحادیث للسیوطی)

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے تمام بھائیوں میں بہتر (حضرت) علیؓ ہیں اور تمام چچاؤں میں بہتر (حضرت) حمزہؓ ہیں۔ (الفردوس للدیلمی)

ایک صحابی کے ہاں لڑکے کی ولادت ہوئی، انہوں نے نام رکھنے کے سلسلے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس کا نام اُس شخص کے نام پر رکھو جو مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے یعنی حمزہ۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے سب چچاؤں میں سب سے بہترین حمزہ ہیں۔

ایک عجیب خواہش وتمنا:

امام جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبری میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حمزہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے پیارے نبی! میری جان آپ پر قربان، مجھے بھی جبرئیل علیہ السلام کی زیارت کرادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے چچا! جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات صرف پیغمبر اور نبی ہی کر سکتے ہیں، ہر کوئی نہیں کرسکتا، حضرت حمزہ نے کہا کہ آپ زیارت کروادیں، زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ میں مرجاؤں گا، میں اس کے لیے تیار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبرئیل علیہ السلام سے بات کرلوں پھر زیارت کرلینا۔ چناں چہ حطیم میں ملنے کا وقت مقرر ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو طے شدہ وقت پر کعبہ شریف میں حطیم کے اندر لے گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے سے پہلے ہی ان کی آہٹ اور سرسراہٹ شروع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چچا ہوشیار ہوجائیں، جبرئیل علیہ السلام آرہے ہیں۔ اب چچا جان شوق سے آنکھیں کھولے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، جیسے ہی حضرت جبرئیل کے پیر پر نظر پڑی، حضرت حمزہؓ خود راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل کے پیر زمرد کے رنگ کے تھے جسے دیکھتے ہی میں بے ہوش ہوگیا اور سر نہیں دیکھ پایا، جب ہوش میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چچا آپ نے جبرئیل کو دیکھا؟ کہا: کیا دیکھتا، پاؤں دیکھ کر ہی بے ہوش ہوگیا۔

غزوۂ بدر میں شرکت:

دیگر اصحاب کے ساتھ ساتھ آپؓ نے بھی مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائی اور ہجرتِ مدینہ کے بعد اگلے ہی سال یعنی ۲ھ میں حق وباطل کے مابین پیش آنے والے اولین معرکے "غزوۂ بدر" کے موقع پر پیش پیش رہے اور انتہائی بہادری ودلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی ہی بے جگری سے مقابلہ کیا، بیک وقت دونوں ہاتھوں میں تلوار لئے ہوئے جب آپ کسی بپھرے ہوئے شیر کی مانند مشرکین کے لشکر پر جھپٹتے تو لوگ انتہائی

حیرت کے ساتھ دیکھتے ہی رہ جاتے۔اس جنگ میں آپ نے کئی کافروں کو واصل جہنم کیا۔جنگِ بدر میں آپ کے جوش وجذبہ کا عجیب عالَم تھا،مشرکین پر حملے کرنے میں آپ اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشویش ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیج کر انہیں اپنے قریب بلا لیا۔کافروں کے لشکر میں سے اسود بن عبدالاسد المخزومی جب مسلمانوں کے پانی کے حوض کو منہدم کرنے کے ارادے سے آیا تو حضرت حمزہؓ ہی اُس پر حملہ آور ہوئے اور اُس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی اور دوسرے وار میں اسے قتل کر دیا۔

جنگِ اُحد میں شرکت:

جنگِ اُحُد میں بھی حضرت حمزہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب رہتے ہوئے دو تلواروں کے ساتھ لڑ رہے تھے اور آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے: میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں اور میں رسول اللہ کا شیر ہوں۔غزوۂ اُحد میں آپ نے تنِ تنہا تیس سے زائد کافروں کو قتل کیا۔شوّال کی پندرہ تاریخ ہفتہ کا دن تھا حضرت حمزہ میدانِ جنگ میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے،ایک کافر کو قتل کرنے کے بعد جب آپ اُس کی زرہ اُتار رہے تھے تو آپ کے پیٹ سے زرہ سرک گئی وحشی نے نشانہ باندھ کر ایک چھوٹا نیزہ آپ کے پیٹ میں دے مارا جو کہ آر پار ہو گیا اور آپ شہید ہو گئے۔جنگِ بدر میں سیّدنا حمزہؓ نے جُبَیر بن مُطعِم کے چچا کو ہلاک کیا تھا،وحشی حبشی جبیر کا غلام تھا،جبیر نے اس سے کہا تھا اگر تم میرے چچا کے عوض محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا کو قتل کر دو تو تم میری طرف سے آزاد ہو۔اسی لالچ میں وحشی حبشی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا۔اللہ کی شان اس نے حَبشی وَحشی کو بعد میں اسلام لانے کی توفیق دے دی۔حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کے بعد کافروں نے آپ کا پیٹ چاک کیا اور کلیجہ نکال لیا،ہند زوجۂ ابوسفیان نے کلیجے کو چبایا پھر نگلنے کی کوشش کی؛لیکن نگل نہ سکی اور اُسے تھوک دیا،کافر عورتوں نے حضرت حمزہؓ کے اور دیگر شہداء کے کان ناک کاٹ کر انہیں لڑی میں پرو کر اُن کے کڑے،بازو بند اور پازیب بنائے اور انہیں پہن کر مکہ میں داخل ہوئیں۔(ہندہ اور ان کے شوہر ابوسفیان دونوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔رضی اللہ تعالی عنہما)

غم ناک شہادت:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہؓ کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے،اور ان کا یہ حال دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی رنجیدہ ہو گئے،آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے،مزید یہ کہ اس موقع پر آپ کی ہچکیاں بھی سنی گئیں، وہاں موجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جب آپ کو اس قدر رنجیدہ وافسردہ

دیکھا تو وہ قسم کھا کر کہنے لگے ”آئندہ اگر کبھی ہمیں ان مشرکینِ مکہ کے مقابلے میں فتح نصیب ہوئی تو ہم ان کا ایسا مُثلہ کریں گے کہ تاریخ میں مثال نہیں مل سکے گی“ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ قسم کھائی: لَو ظَهَرنَا عَلَيهِم لَنُمَثِّلَنَّ بثَلَاثِينَ رَجُلاً مِنهُم یعنی ”اگر ہمیں ان کے مقابلے میں فتح نصیب ہوئی تو ہم ان کے تیس آدمیوں کا ایسا ہی مُثلہ کریں گے“۔ اس موقع پر آسمانوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ (سورۃ النحل) ترجمہ: اور اگر تم بدلہ لو، تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو، اور اگر صبر کر لو، تو بے شک صابرین کے لئے یہی بہتر ہے، آپ صبر کیجئے، اور بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے، اور ان کے حال پر رنجیدہ نہوں، اور جو مکر وفریب یہ کرتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں، یقین مانو کہ اللہ پرہیزگاروں اور اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اُس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”حمزہ سیّد الشُّھداء ہیں“۔ ایک روایت کے مطابق فرمایا: حمزہؓ سب سے بہترین شہید ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کی لاش کے پاس کھڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کو مُخاطَب کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا جان! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے بلاشبہ آپ خوب صلہ رحمی کرنے والے اور کثرت سے نیکیاں کرنے والے تھے۔ بہ وقتِ شہادت آپ کی عمر چوّن ۵۴ سال یا انسٹھ (۵۹) سال تھی۔

حضرت حمزہؓ کی نمازِ جنازہ:

سیّد الشُّھداء کو ایک چادر میں کفن دیا گیا تھا، وہ چادر لمبائی میں اتنی کم تھی کہ چہرے کو ڈھانپا جاتا تو پیر کُھل جاتے اور پیروں کو ڈھانکا جاتا تو چہرے سے چادر ہٹ جاتی، پس آپ کے چہرے کو ڈھانپ دیا گیا اور پیروں کو ڈھانپنے کے لیے اِذْخَر نامی گھاس رکھ دی گئی۔ عام طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کسی جنازے پر تکبیر کہتے تو اُس پر چار بار تکبیر کہتے ؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی نمازِ جنازہ پڑھی تو سات تکبیرات کہیں، پھر جس شہید کو بھی لایا گیا اُس کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی ستر مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی اور یہ آپؓ کا اعزاز و اکرام تھا۔ اس طرح شجاعت وسخاوت کا یہ پیکر اُحد پہاڑ کے دامن میں دیگر شہدائے اُحد کے ہمراہ سپردِ خاک کر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

گوشۂ رمضان

سحری اور اسلام کا معتدل مزاج

از قلم: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

سحری کی سنت

روزہ پر اجر اور ثوابِ عظیم کا وعدہ اس لیے بھی ہے کہ یہ ایک پر مشقت اور خاصے تحمل و برداشت اور محنت کی عبادت ہے، صبحِ صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی خواہش کے تقاضے پر عمل کرنے سے اپنے کو روکے رکھنا زیادتی ثواب کا باعث بنا دیتا ہے، یہ خداوندِ عالم کی خاص رحمت اور خصوصی مہربانی ہے کہ اس نے سحری کو ثواب اور عبادت بنا کر ضعیف انسانوں پر خاص انعام فرمایا اور اور سحری کھانے کو بابرکت بنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: **تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً**۔ (بخاری: بَاب بَرَكَةِ السَّحُورِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ) سحری کھاؤ، سحری کھانے میں برکت ہے۔

ایک موقعہ پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری کھانے کو باعث ثواب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **اِنَّهَا بَرَكَةٌ اَعطَاكُم اللهُ اِيَّاهَا، فَلاتَدعُوهُ** (سُنن النسائی، کتاب الصیام) ترجمہ: بے شک یہ برکت جو اللہ نے تم لوگوں کو عطا کی ہے لہذا اسے چھوڑو نہیں۔

حتیٰ کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **تَسحَرُوا ولَو بِجُرعَةِ مَاءٍ** (صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب السحور) ترجمہ: سحری ضرور کرو خواہ ایک گھونٹ پانی سے ہی کرو۔ ایک اور جگہ حضرت عبداللہ ابن عُمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **إنَّ اللهَ و ملائِكته يصَلُّونَ عَلى المُتسَحِّرِينَ** (صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب السحور) ترجمہ: "بے شک سحری کرنے والوں پر اللہ رحمت کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے دُعا کرتے ہیں۔"

علامہ بدرالدین عینیؒ نے تقریباً سترہ (۱۷) صحابہؓ سے سحری کھانے کی افضلیت پر احادیث نقل فرمائی ہیں اور اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

اِن احادیث شریفہ سے پتہ چلا کہ سحری کھانا برکت ہے، اور جان بوجھ کر رات ہی میں کھانا کھا کر سو جانا

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

اور سحری چھوڑ نا نہ صرف سنتِ رسول کے خلاف ہے بلکہ اغیار کی نقالی ہے؛ سحری اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان حد فاصل ہے چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **فَصلُ مَا بَینَ صَیامنا و صَیِام اَھلِ الکِتابِ، اَکلَۃ السَّحَرِ** (صحیح مُسلم، حدیث، ۱۰۹٦) ترجمہ: ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔

سحری کے سات فائدے

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ سحری کے متعلق سات فائدے تحریر فرمائے ہیں: (1) اتباع سنت (2) مخالفتِ اہل کتاب (3) عبادت میں قوت کا حصول (4) چستی اور نشاط (5) بری عادتوں کا دفاع (6) صدقہ کا سبب (7) ذکر اور دعا کا سبب اس لیے کہ سحری کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔

سحری کھانے میں بے اعتدالی

مذہب اسلام اعتدال کو پسند کرتا ہے نہ سحری چھوڑنا اسلام میں پسندیدہ ہے، اور نہ ہی سحری میں بسیار خوری کر کے مقصدِ روزہ یعنی تقویٰ کو فراموش کرنا کوئی اچھا عمل ہے لیکن مشاہدہ ہے کہ سحری کے سلسلے میں ایک طرف کچھ مسلمان حد درجہ تفریط میں مبتلا ہیں تو وہیں دوسری طرف لوگ افراط کے شکار بھی ہیں کہ عین قبولیتِ دعا کا وقت مکمل طور پر سحر خوری کی نذر کر دیتے ہیں، یا یہ کہ اذان تک سحری چلتی ہی رہتی ہے یہ دونوں چیزیں ناپسندیدہ اور اسلام کے مزاجِ اعتدال کے مخالف ہے۔

نیز ایک عام غلطی مسلم سماج یہ پائی جارہی ہے کہ اگر کسی شخص کی کسی دن سحری چھوٹ جائے تو وہ روزہ ہی چھوڑ دیتا ہے تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سحری کا کھانا صرف مستحب و افضل ہے، روزہ کی شرط نہیں ہے اور نہ ہی سحری کا چھوٹ جانا روزہ کے قضا کر دینے کے لیے کوئی شرعی عذر ہے؛ اس لیے سحری کے فوت ہو جانے کی وجہ سے روزہ کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے، بلکہ بغیر سحری کھائے بھی روزہ کا رکھنا فرض اور لازم ہے۔

اسی طرح ایک عام کوتاہی ہمارے معاشرے میں یہ بھی چل رہی ہے کہ سحری کھا کر لوگ اکثر سو جاتے ہیں اور فجر کی نماز کے لیے آنکھ نہیں کھلتی، یا پھر اکثر ایسے وقت پر آنکھ کھلتی ہے کہ جماعتِ فجر ہو چکی ہوتی ہے اور بعض مرتبہ تو فجر کا وقت ہی باقی نہیں رہتا اور طلوع آفتاب ہو چکا ہوتا ہے۔ جہاں یہ بہت بڑی غلطی ہے وہیں نعمتِ خداوندی کی سخت ناقدری بھی ہے؛ اس لیے سحری کھا کر سونے کے بجائے فجر کی نماز تک ذکر، تلاوت، دعا یا کسی اور کارِ خیر میں وقت صرف کریں تاکہ فجر کی فرض نماز ادا خطرہ میں نہ پڑے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں رمضان المبارک کی صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کے مزاج اعتدال کے موافق ہمیں اپنے اعمال کو سدھارنا نصیب فرمائے۔ آمین

گوشۂ رمضان

روزہ، روزے دار اور رمضان

از: خالد سیف اللہ صدیقی

آقائے دو جہاں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہِ مبارک، روزہ اور روزے دار کے بڑے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں، جنہیں پڑھنے کے بعد ہمیں اس بابرکت مہینے میں روزہ کی قدر و منزلت اور عبادت و خیرات کی اہمیت کا اندازہ ہوگا اور ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جاری ارشاداتِ عالیہ و نافعہ پڑھنے کے بعد غفلت و لاپرواہی سے بچنے اور ذوق و شوق سے عبادات و ریاضات میں مشغول کی انشاء اللہ توفیق حاصل ہوگی، چناں چہ آگے پیش کردہ ارشاداتِ گرامی کو چشمِ شوق سے پڑھیے اور بار بار پڑھئے:

رمضان المبارک

رمضان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۳۷۴۲) رمضان کو رمضان اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کو جلا کر بھسم کر دیتا ہے (کنز العمال، حدیث: ۲۳۶۸۸) جب رمضان آتا ہے، جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۴۹۵) رمضان میں ہر رات آواز لگتی ہے: اے طالب خیر! آگے بڑھ! اور اے برائی کرنے والے! باز آ!۔ (ترمذی، حدیث: ۶۸۲) رمضان کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت، اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۳۶۶۸) رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان حضور کا مہینہ۔ شعبان پاک کرنے والا ہے اور رمضان گناہوں کو مٹانے والا۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۳۶۸۵) رمضان میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۳۷۱۴) رمضان میں کوئی نیکی کرنا ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں کسی فرض کو ادا کرنا، اور فرض ادا کرنا اس مہینے میں ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرنا۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۳۷۱۴) اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ رمضان میں کیا ہے، تو وہ تمنا کرنے لگتے کہ پورا سال رمضان ہو جائے۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۳۷۱۵) رمضان میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے، جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں، جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آخر رمضان تک جتنے لوگ جہنم سے

* فاضل دار العلوم دیو بند

آزاد کیے جا چکے ہوتے ہیں،ان کی تعداد کے برابر اس ایک دن میں آزاد کیے جاتے ہیں۔(کنز العمال، حدیث:۲۳۷۰۷)۔

روزہ کے فضائل وفوائد

روزے کی وجہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔(البقرہ،آیت:۱۸۳)روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔(ابن ماجہ، حدیث:۱۶۳۹)ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی دروازہ ہوتا ہے،اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔(کنز العمال، حدیث:۲۳۵۸۶)روزہ عبادت محض ہے۔(کنز العمال،حدیث:۲۳۶۰۹)قیامت کے دن روزہ،روزے دار کی سفارش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کہے گا:اے پروردگار!میں نے اس کو کھانے اور دیگر شہوات سے دن کو روکے رکھا؛لہٰذا اس کے سلسلے میں میری سفارش قبول فرما!(اور اس کی سفارش قبول کر لی جائے گی)۔(مشکوہ،حدیث:۱۹۶۵)روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ خود دیتے ہیں۔(یا وہ خود اس کا بدلہ بن جاتے ہیں)۔(ابن ماجہ،حدیث:۱۶۳۸)روزے کی وجہ سے صحت وتن درستی حاصل ہوتی ہے۔(کنز العمال،حدیث:۲۳۵۸۷)روزہ شہوت کو کم کرتا ہے۔(کنز العمال،حدیث:۲۳۵۹۸)روزہ حوادث زمانہ سے بچاؤ کا سامان ہے۔(کنز العمال، حدیث:۲۳۶۰۳)روزہ گوشت کو کم کرتا ہے(موٹاپا کم کرتا ہے)۔(کنز العمال،حدیث:۲۳۶۲۰)

روزہ دار کا مقام

روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(صحیح بخاری، حدیث:۱۸۹۴)جو شخص ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتا ہے،اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(کنز العمال،حدیث:۲۳۶۷۹)روزے دار کے لیے ہر روز صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔(کنز العمال،حدیث:۲۳۷۰۶)جو شخص روزے کی حالت میں صبح کرتا ہے،اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں،اس کے سارے اعضاء تسبیحات میں مشغول ہوتے ہیں، فرشتے اس کے لیے غروب آفتاب تک دعا کرتے رہتے ہیں،اگر وہ ایک یا دو رکعتیں پڑھتا ہے تو آسمان نور سے بھر جاتے ہیں،اور وہ حوریں جو اس کی بیویاں بننے والی ہیں،اللہ تعالیٰ سے کہتی ہیں:اے اللہ!اس کو پکڑ کر ہمارے پاس لے آ!ہم اس کے دیدار کو مچل رہی ہیں،اور اگر وہ تسبیح تہلیل یا تکبیر کہتا ہے،تو ستر ہزار فرشتے اس کو لیتے ہیں اور غروب آفتاب تک اس کا ثواب لکھتے رہتے ہیں۔(کنز العمال،حدیث:۲۳۶۳۰)جو شخص روزے کی حالت میں مر گیا،اللہ تعالیٰ اس کے لیے روزے کو قیامت تک کے لیے ثابت کر دیں گے۔

(کنز العمال،حدیث:۲۳۶۴۳)

قیامت کے دن روزے دار اپنی قبروں سے نکلیں گے تو انہیں ان کے مونہوں سے نکلنے والی خوشبو سے پہچانا جائے گا، ان کے مونہوں سے مشک سے زیادہ عمدہ خوشبو پھوٹ رہی ہوگی، ان کا استقبال عمدہ سجائے ہوئے دسترخوانوں اور لبالب بھرے ہوئے جاموں سے کیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا: کھاؤ! تم بھوکے تھے، پیو! تم پیاسے تھے۔(کنز العمال، حدیث:۲۳٦٤٤)روزے دار کو روزے کا ثواب معلوم نہیں ہوتا، اس کا ثواب صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔(کنز العمال، حدیث:۲۳٦۲۱)روزے دار جو کچھ (رزق حلال) کھاتا ہے، اس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔(کنز العمال، حدیث:۲۳٦۰٤)۔روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں: ایک افطار کے وقت، اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت (ابن ماجہ، حدیث:۱٦۳۸)۔روزے دار کے پاس اگر کھانا کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں، اور جب تک کھانے والا فارغ نہیں ہوجاتا، مسلسل دعا کرتے رہتے ہیں۔(کنز العمال، حدیث:۲۳۵۷۷)جو شخص رمضان کا ایک روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ خوش نما موتی سے بنے ہوئے خیمے میں حور عین سے اس کی شادی کرادیتے ہیں۔(کنز العمال، حدیث:۲۳۷۱۵)

اگر زمین و آسمان کو گویائی عطا ہوجاتی تو ان کی گفتگو یہ ہوتی کہ: روزے دار جنتی ہیں۔(کنز العمال، حدیث:۲۳۷۳۸)روزے دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:۸۹۹۵)روزے دار کو عبادت میں شمار کیا جاتا ہے، اگرچہ وہ اپنے بستر پر پڑا سو رہا ہو۔(کنز العمال، حدیث:۲۳٦۰۷)روزے دار کی خاموشی تسبیح ہے۔(کنز العمال، حدیث:۲۳٦۰۲) افطار کے وقت ہر روزے دار کی کوئی نہ کوئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔(کنز العمال، حدیث:۲۳۵۸۵)

جو شخص رمضان میں قیام وصیام کی پابندی کرے، اس کو سب سے پہلا انعام یہ ملتا ہے کہ اس کو گناہوں سے اس طرح پاک کردیا جاتا ہے، جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:۸۹٦٦) ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوسکی۔(مغفرت کے لائق نہ ہوسکا)۔(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:۸۹٦۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں اوپر ذکر کردہ فضائل وفوائد پڑھ کر ماہِ مبارک کی صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اصلاحی مضامین

رمضان: نیکیوں کا موسم بہار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی*

ہر کام کا سیزن اور موسم ہوتا ہے اور اپنے اپنے متعلقہ کاموں کے سیزن کا لوگوں کو انتظار رہتا ہے، کیوں کہ اس کی نفع بخشی سے کاروبار زندگی میں رونق آتی ہے اور سال بھر معاشی زندگی پر اس کے اثرات باقی رہتے ہیں، ایمان والوں کو بھی ایک سیزن کا انتظار رہتا ہے اور وہ سیزن ہے نیکیوں کے موسم بہار کا، جسے ہم رمضان المبارک کے نام سے جانتے ہیں، اس موسم کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شر پھیلانے والی بڑی قوت شیطان کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے، خیر کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، قلب ونظر اور ذہن ودماغ پر اس سیزن کے اثرات خوش کن ہوتے ہیں، خیر کے کاموں کی طرف رجحان بڑھتا ہے اور برائیوں سے فطری طور پر دل میں نفور پیدا ہوجاتا ہے، مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، تلاوت قرآن کریم کی آواز ہر گھر سے آنے لگتی ہے، خیرات وزکاۃ دینے والے، ادارے، تنظیمیں اور افراد کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے آگے آتے ہیں، انسان غریبوں، مسکینوں ہی کے لئے نہیں محلہ میں اہل ثروت روزہ داروں کے لیے بھی دسترخوان سجاتا ہے کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ افطار کرانے کا ثواب روزے دار کے ثواب کے برابر ہے، دسترخوان پر جتنی چیزیں رمضان میں جمع ہوجاتی ہیں اس کا چوتھائی حصہ بھی عام دنوں میں دسترخوان پر دیکھنے کو نہیں ملتا، روزہ کو حدیث میں ڈھال کہا گیا ہے اور اس ڈھال کے ذریعہ ایمان والا خیر کو اپناتا اور شر کو چھوڑتا ہے، دھوپ کی تمازت، پیاس کی شدت اور غضب کی بھوک میں بھی اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ عمل رضائے الٰہی کا سبب ہے اور جو ثواب ملے گا اس کا پیمانہ مقرر نہیں ہے، حدیث قدسی ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، عام طور سے نیک اعمال میں ثواب کا قاعدہ ایک پر دس کا ہے، قرآن کریم میں مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا مذکور ہے یعنی ایک نیکی کیجئے دس پایئے؛ لیکن روزہ ظاہر کے اعتبار سے ایک مخفی عبادت ہے، لیکن بندے کا روزہ کس پائے کا ہے، اللہ ہی جانتا ہے، اس لئے روزہ کے اجر وثواب کا ضابطہ الگ ذکر کیا گیا کہ وہ اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہی اس کو روزے کا بدلہ عطا فرمائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں ہی اس کا بدلہ ہوں، ظاہر ہے اللہ جس کو مل جائے

* نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

اسے کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، اس لیے ایمان والوں کو اس موسم بہار سے اس طرح فائدہ اٹھانا چاہیے کہ دل کی دنیا بدل جائے اور زندگی اس راستے پر چل پڑے جو اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہے، اس کے لئے روزہ کے ساتھ تراویح وتہجد اور تلاوت قرآن کا اہتمام بھی کرنا چاہیے اور خود کو منکرات سے بچانا بھی چاہیے، اس حد تک کہ کوئی جھگڑے پر اُتر آئے تو آپ کہہ دیجئے کہ میرا روزہ ہے، ایسا روزہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے، اور تقویٰ ہی رضائے الٰہی تک لے جانے والی شاہ راہ ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ رجب المرجب کا چاند طلوع ہوتے ہی رمضان المبارک کی تیاری شروع فرماتے رجب ہی سے روزانہ کے معمولات میں اضافہ ہوجاتا، شعبان آتا تو کثرت سے روزے رکھتے، اور ایسی کثرت ہوتی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گمان ہوتا کہ رمضان المبارک کے روزوں سے ملا دیں گے، اسی پس منظر میں یہ بھی فرمایا کرتے کہ شعبان میرا مہینہ ہے، یعنی روزے اللہ نے اس مہینہ میں فرض نہیں کئے؛ لیکن مجھے وہ عمل پسند ہے جو اللہ کی طرف سے رمضان میں فرض ہے، شعبان کی پندرہویں شب میں آپ ﷺ عبادت کا خصوصی اہتمام فرماتے، اس رات میں خود اللہ رب العزت کی طرف سے رمضان کے آنے کے قبل ایسے انعامات اور فیوض وبرکات کا اعلان ہوتا ہے کہ بندے میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رمضان کی آمد آمد ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول سورج غروب ہونے کے بعد سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ منادی آواز لگاتا رہتا ہے کہ کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے جسے میں بخش دوں، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا جس پر رزق کے دروازے کھول دوں، پھر رمضان میں جو مغفرت کا اعلان عام ہوتا ہے اس سے قبل ہی بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر پندرہ شعبان کی شب میں گنہگاروں کی مغفرت کردی جاتی ہے، اتنی کثرت سے مغفرت ہی کی وجہ سے اسے لیلۃ البراءۃ کہا جاتا ہے۔

مفسرین کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس رات میں قرآن کریم کے نزول کا فیصلہ کیا، جس کی تنفیذ شب قدر میں ہوئی؛ گویا جس طرح موسم بہار کی آمد سے قبل آثار وقرائن بتاتے ہیں کہ باد بہاری چلنے والی ہے اور صبح کی سفیدی روشن دن کے آنے کی خبر دیتی ہے، اس طرح اللہ رب العزت اس ماہ مبارک کے آنے سے قبل ہی اس کے فیوض وبرکات کے ایک حصہ کا آغاز شعبان سے کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ رمضان کی تیاریوں میں مشغول رہتے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے رمضان المبارک کی عظمت واہمیت بیان فرماتے۔ پھر جب شعبان کے آخری ایام آتے تو رسول اکرم ﷺ استقبال رمضان پر تقریر فرماتے اور لوگوں کو خیر کے کاموں کی طرف ابھارتے۔

استقبالِ رمضان سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب جو حضرت سلمان فارسیؓ کے حوالے سے احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگو! ایک باعظمت مہینہ آپہونچا ہے یہ ماہ رمضان ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کا ثواب فرض کے برابر اور فرض ادا کریگا تو اس کا ثواب ستر فرض کے برابر ملے گا جو روزہ دار کو افطار کرائے گا وہ جہنم سے خلاصی پائے گا اور اسے روزہ دار کے بقدر ثواب ملے گا، جب کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گیا ور یہ ثواب محض ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرانے پر بھی ملے گا۔ اگر کسی نے روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دیا تو حوض کوثر سے ایسی سیرابی ہوگی کہ جنت میں داخلے تک پیاس نہیں لگے گی اور جنت بھوک پیاس کی جگہ نہیں ہے، فرمایا: اس ماہ کا پہلا حصہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا دوزخ سے آزادی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں اپنی خاص رحمت سے ایسا انتظام کرتے ہیں کہ شیطان بندوں کو گمراہ نہ کرسکے، اور برائی پر آمادہ کرنے سے باز آجائے اسی لئے جنات اور سرکش شیاطین کو پابند سلاسل کردیا جاتا ہے جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے پورے ماہ کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور منادی خدا کی طرف سے آواز لگاتا ہے کہ خیر کے طالب آگے بڑھو اور شر کی طرف مائل لوگو رک جاؤ، باز آؤ۔'' اتنے اہتمام کے باوجود اگر کوئی مسلمان اس ماہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جنت کے حصول کے سامان نہیں کرتا تو بدبختی اور شقاوت کی انتہا ہے۔

روزہ کا ایسا اہتمام کیا جائے جو شریعت کو مطلوب ہے، اور جس سے تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، روزہ صرف کھانے پینے اور شہوانی خواہشات سے پرہیز تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ آنکھ، دل، دماغ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، اور سبھی اعضاء و جوارح کا روزہ رکھا جائے، آنکھ غلط چیزوں کو نہ دیکھے، دل گناہوں کی طرف مائل نہ ہو، دماغ خدا کے احکام کے خلاف نہ سوچے، کان غلط نہ سنے، زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، طعن و تشنیع گالی گلوج سے محفوظ رہے، اور اعضا و جوارح خدا کی مرضیات پر لگ جائیں، ایسا روزہ دراصل روزہ ہے، چونکہ یہ غم گساری کا بھی مہینہ ہے اس لیے جہاں کہیں بھی رہے، جس کام میں لگا ہوا ہے۔ اس میں اس کو ملحوظ رکھے، حسب استطاعت غربا کے خورد و نوش اور محتاجوں کی ضروریات کی کفالت کا بھی نظم کرے کہ یہ بھی روزہ کے مقاصد میں سے ایک ہے، ہم لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے خورد و نوش کی سہولتیں دے رکھی ہیں اور بھوک پیاس کی تکلیف کا احساس پورے سال نہیں ہوتا، بلکہ شادی اور دیگر تقریبات میں کھانے پینے کی اشیاء کو ضائع کرتے ہیں، انہیں روزہ میں جب بھوک پیاس لگے تو ان کے اندر یہ احساس جاگنا چاہیے کہ سماج کے دبے کچلے لوگ جن کے گھر چولہا بڑی مشکل سے جلتا ہے۔ اور کئی بار فاقہ میں رات گذر جاتی ہے، کس قدر پریشانیاں محسوس کرتے ہوں

گے،اس وجہ سے اکابر نے اس بات پر زور دیا کہ افطار اور کھانے میں تلافی مافات کی غرض سے اتنا نہ کھالے کہ روزہ رکھنے سے جو شہوانی قوت میں تھوڑی کمی آئی تھی وہ جاتی رہے اور سحری میں اس قدر نہ کھالے کہ دن بھر بھوک پیاس کا احساس ہی نہ ہو۔اس ماہ میں مدارس کے اساتذہ اور اکابر علماء، ادارے تنظیموں اور مدارس کی فراہمی مالیات کے لئے کوشاں اور متفکر ہوتے ہیں۔ان کا اکرام کیا جائے ،اور محسوس کیا جائے کہ وہ امراء پر احسان کرتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ بروقت مناسب جگہ پہنچ جاتی ہے،اس لئے جھڑک کر اور بار بار انہیں دوڑا کر اپنے عمل کو ضائع نہیں کرنا چاہیے،اس سے علماء کی بے وقعتی بھی ہوتی ہے اور ثواب بھی ضائع ہوتا ہے۔

اس موقع سے یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بہت سارے لوگ ٹی وی کے ان پروگراموں کو دیکھنے میں وقت برباد کرتے ہیں جو استقبال رمضان یا رمضان کے لیے خصوصی پروگرام کے حوالہ سے پیش کیے جاتے ہیں، ان پروگراموں کو دیکھنے میں وقت برباد کرنا کسی طور پر مناسب نہیں ہے، کیوں کہ ان پروگراموں میں بھی منکرات کی بھرمار ہوتی ہے،لہوولعب کے وہ مناظر ایڈورٹائز اور اشتہار کے طور پر دکھائے جاتے ہیں جو شرعی طور پر منکرات کے ذیل میں آتے ہیں، یقیناً قرآن کریم کی تلاوت،نعت خوانی اور روزہ رمضان کی مناسبت سے ترغیبی گفتگو اچھی چیز ہے،لیکن اس اچھے کام کے ساتھ منکرات کی ایک لمبی فہرست اس میں ہوتی ہے،اس لیے بہتر یہی ہے کہ ٹی وی اور انٹرنیٹ بند کردیں اور سارا وقت تلاوت کلام پاک اور ذکر و اذکار میں لگائیں یہ آپ کی اخروی زندگی کے لیے فائدہ منداور رمضان المبارک کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

گوشۂ رمضان

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

از: مولانا محمد اعجاز خان رشادی*

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اسلامی سیاست (الاعتدال فی مراتب الرجال) میں تحریر فرمایا ہے: مَنْ تَهَاوَنَ بِالْآدَابِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوقِبَ بِحِرمَانِ المَعْرِفَة ''یعنی جو شخص شریعت کے آداب کو خفیف اور ہلکا سمجھتا ہے اس کو سنت سے محرومی کا عذاب دیا جاتا ہے اور جو شخص سنت کو ہلکا اور خفیف سمجھتا ہے، اس کو فرائض کی محرومی سے سزا دی جاتی ہے اور جو فرائض کو ہلکا سمجھتا ہے وہ معرفت الٰہی سے محرومی کی سزا میں مبتلا کیا جاتا ہے''۔ یہ سخت اندیشہ والی بات ہے، شریعت کے آداب کو بھی استخفاف اور فضول سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہئے اس لئے کہ اس سلسلے کی ہر کڑی اپنے سے اوپر کی دولت سے محرومی کا سبب بنتی ہے''۔

جن آیات واحادیث میں آداب ومستحبات کا ذکر ہے ان کا بھی تذکرہ تاکید وتشویق کے ساتھ ضروری ہے۔ آج کل آداب کو ضروری نہیں سمجھا جارہا ہے اور عمل کے درجے میں ان کو واجبات وفرائض کے برابر ضروری نہیں سمجھا جارہا ہے جب کہ ان آداب کی بھی پابندی ضروری ہے۔

ایک بیان میں حضرت حکیم الملت امیر شریعت قبلہ دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور نے فرمایا ''اسلام کا ہر جزء چاہے وہ فرض کے درجے میں ہو یا واجب کے درجے میں ہو، یا سنن ومستحبات کے درجے میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے ہمیں یہ بتایا ہے کہ سب کی پابندی کی جائے گی اور سب کو یکساں طریقے پر ادا کیا جائے گا، فرض کو فرض سمجھ کر واجب کو واجب سمجھ کر سنت کو سنت سمجھ کر اور مستحب کو مستحب سمجھ کر لیکن چھوڑنے کا حکم نہیں ہے، اتفاق سے کبھی کوئی ادب چھوٹ جائے وہ الگ بات ہے، لیکن ارادتاً چھوڑنے کا حکم کہیں کسی موقع پر نہیں دیا گیا، اس لئے ہم اور آپ مستحبات پر عمل پیرا رہیں''

تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقام شوق و سرور و نظر سے محرومی

---

* معاون مفتی، دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

عاشق کا مزاج

مستحبات کی برکات اور ثمرات بے شمار ہیں جن پر مطلع نہ ہونا ہی ان سے بے رغبتی کا باعث ہے۔ عاشق کا مزاج ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ محبوب کی خوشی کی ذرا ذرا سی بات کی جستجو اور تلاش میں رہتا ہے اور جب اس کو پتہ چلتا ہے کہ میرا محبوب فلاں فلاں بات سے خوش ہوتا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ یہ بھی کرلوں وہ بھی کرلوں اور کوئی بھی بات محبوب کے خوش کرنے کی مجھ سے چھوٹ نہ جائے، اگر ہم لوگوں کو یہ عاشقانہ مذاق نصیب ہو جائے تو مستحبات کی قدر معلوم ہوگی، ہمارا تعلق حق تعالی شانہ سے محبت اور جان نثاری کا ہونا چاہئے، اب ہمارا علاقہ اللہ کے ساتھ ہمارے خیال فاسد میں صرف قانونی رہ گیا ہے، اسی لئے ہم فرائض وواجبات کے سوا مستحبات ومندوبات کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر ہم کو اللہ کے ساتھ محبت کا تعلق ہوتا تو فرائض وواجبات پر کبھی ہم اکتفا نہ کر سکتے بلکہ مستحبات کی تلاش میں خود بخود رہتے اور جس بات کے متعلق بھی یہ معلوم ہوجاتا کہ حق تعالی کو یہ بات پسند ہے اس کی طرف شوق سے سبقت کرتے اور جس بات کے متعلق یہ معلوم ہوجاتا کہ یہ اللہ کو ناپسند ہے اس سے کوسوں دور بھاگتے اور اس کی تحقیق نہ کرتے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، یا یہ عمل اللہ کو زیادہ ناپسند ہے یا کم۔ عاشقِ صادق کو کسی غیر شرعی عمل سے رکنے کے لئے اتنا جان لینا کافی ہے کہ وہ عمل محبوب کو ناپسند ہے وہ کبھی تفتیش نہیں کرتا کہ یہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ لہذا ضابطے کے تعلق سے لطف حاصل نہیں ہوتا بلکہ تعلق مع اللہ کا درجۂ کمال مطلوب ہے، تعلق کا بقاء ودوام، یادِ الٰہی اور اس کے اسباب پر موقوف ہے۔

تقربِ رب کا مستحکم سبب دعاؤں کا اہتمام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول دعائیں آپ کی نبوت کی قوی دلیل ہیں کہ ان کے ذریعہ عبد ومعبود کے رشتے کو بقاء واستحکام اور دوام حاصل ہوتا ہے، زمانۂ جاہلیت میں نہ عبد ومعبود کا راز ونیاز تھا نہ سوز وساز تھا اور لوگ صرف خاص خاص تہواروں اور موقعوں پر اپنے معبود کو یاد کرتے تھے اور اس سے دعا وسوال کرتے تھے، آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ پہلے جن کی حالت قرآن کی زبانی یہ تھی، وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (اور جب دریا کی طوفانی لہریں بادل کی طرح ان پر چھا جاتیں تو وہ بندگی کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارتے ہیں) اور ایک جگہ فرمان الٰہی ہے فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (پھر جب اللہ ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں)____ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول ماننے کے بعد ان کی شان کلامِ الٰہی کی زبانی یہ ہوگئی تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ان کے پہلو (رات کے اوقات میں بھی) خواب گاہوں سے

علاحدہ ہوتے ہیں، اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں، چنانچہ رب اور بندہ کے رشتے کے دوام اور استحکام کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا کا حکم فرمایا: اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

اللہ سے مانگنا محبوب بننے کا ذریعہ ہے

تقرّبِ رب کا قوی ذریعہ ادعیۂ ماثورہ ومسنونہ پر مواظبت و مداومت ہے لہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہمیشہ دعاؤں کا اہتمام فرماتے تھے، اور صحابہؓ کرام کو بھی اس کی عمدہ طریقہ سے تلقین اور ترغیب فرماتے تھے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لیس شیئی اکرم علی اللہ من الدعاء'' (ترمذی:۳۳۷۰) ''اللہ کے نزدیک کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں'' اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسانوں کے اعمال واحوال میں دعا ہی سب سے زیادہ قیمتی اور مکرم ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''من فتح له منكم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة '' (ترمذی:۳۵۴۸) ''تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے'' حق تعالیٰ کی رحمتِ تامہ سے ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں قبولیت دعا کی صرف امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے، اسی کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابة (ترمذی:۳۴۷۹) یعنی تم اللہ سے مانگا کرو دراں حالیکہ تم قبولیت دعا پر کامل یقین رکھنے والے ہو، لہذا اللہ سے جب چاہے جتنا چاہے جتنی مرتبہ چاہے، مانگنا چاہئے اور قبولیت کے مکمل یقین کے ساتھ مانگنا چاہئے، جتنا زیادہ مانگیں گے، اللہ کے محبوب ہوجائیں گے؛ اگر نہیں مانگیں گے تو اللہ ہم سے ناراض ہوجائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: من لم يسأل الله يغضب عليه (ترمذی:۳۳۷۳) جو شخص اللہ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

دعا مؤمن کا ہتھیار ہے

مسلمانوں کے مصائب وآلام اور تباہی وبربادی کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں ان میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مقاصد اور حاجات میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ حادثات وآفات کے وقت ساری جائز وناجائز تدبیروں میں سرگرداں پھرتے ہیں، مگر حضور قلب کے ساتھ چند کلماتِ دعا زبان سے ادا نہیں کرتے ایسی صورت میں دعا سے غفلت اور لاپرواہی سعادت مند بندے کی علامت نہیں۔ ہر مقصد کے حصول کی ایک ایسی اعلیٰ تدبیر خود حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو سکھائی ہے جو سو فیصد کامیاب تدبیر ہے اور کبھی کسی صورت میں وہ تدبیر نقصان نہیں دیتی، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو

تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دلائے اور تمہیں بھرپور روزی دلائے وہ عمل یہ ہے کہ تم رات میں اور دن میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ (رواہ ابویعلی فی مسندہ ۱۸۱۲) یعنی مومن کی ایسی خاص قوت وطاقت ہے۔ جس سے بندہ رب کا مقرب ہوتا ہے اور قربت کا سہل طریقہ اظہارِ عبدیت ہے۔

دعا حصول عبدیت کا ذریعہ

اللہ کے بندوں کے مقامات میں سب سے اعلیٰ وبالا مقام عبدیت کا مقام ہے اور رسول اللہ ﷺ اس مقام کے سردار ہیں اور عبدیت کاملہ میں کمال درجہ پر فائق ہیں اور یہی آپ کا سب سے بڑا امتیاز اور وصف خاص ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مبین میں جہاں پیغمبر ﷺ پر خاص الخاص انعامات کا ذکر کیا ہے وہاں معزز ومکرم لقب ''عبد'' ہی کے ذریعہ یاد فرمایا ہے سورۂ اسراء میں فرمایا ''سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ'' اور سورۃ النجم میں فرمایا: فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی نیز سورۂ کہف میں فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتَابَ لہٰذا آپ ﷺ نے دعا کے شعبہ کی جس طرح احیاء وتجدید، ترقی وتوسیع اور تکمیل فرمائی، اس کو جو زندگی قوت وسعت عمومیت، دل کشی، تازگی، رعنائی اور توانائی عطا فرمائی، وہ بے مثال ہے۔

ماثور دعائیں رسول اکرم ﷺ کا لازوال معجزہ

ادعیۂ ماثورہ نبی کریم ﷺ کا انقلاب آفریں اور لازوال معجزہ ہے اور پیغمبرِ انسانیت ﷺ نے محروم ومجوب انسانیت کو دعا کی دولت عطا فرما کر بندوں کو خدا سے نزدیک کر دیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے مالک ورب سے ایسے الفاظ میں دعا کی جن سے زیادہ موثر اور فصیح وبلیغ، موزوں ومناسب الفاظ انسان نہیں لاسکتا اور الفاظِ دعا عبدیت کے قالب میں روح ڈالنے والے ہوتے ہیں، ماثور دعائیں مستقل براہینِ رسالت اور دلائلِ نبوت ہیں۔ ان دعاؤں کے الفاظ میں عبدِ کامل کا نیاز ہے محبوبِ رب العالمین کا ناز واعتماد ہے، دلِ دردمند اور قلبِ مضطر کی سادگی، معصومیت، بے تکلفی، بے ساختگی، اور بارگاہِ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی ہے۔ اپنے فقر واحتیاج عجز ودرماندگی، بے چارگی وبے نفسی، بے بضاعتی اور بے مائیگی کا احساس بھی ہے، لہٰذا جو بندۂ خدا اور غلامِ مصطفی ﷺ بننے کے خواہاں ہیں ان کے لئے عبدیت اور محبوبیت کے حصول کا مستحکم آسان اور کشادہ راستہ رسول اللہ ﷺ سے منقول دعاؤں کا اہتمام ہے۔

منقول دعاؤں میں خدا سے التجا کے سلیقہ کی تعلیم ہے

ماثور دعاؤں میں قابل غور بات یہ بھی ہے کہ پیغمبر انسانیت ﷺ نے دعاؤں میں تمام انسانوں کی طرف

سے انسانی حاجات وضروریات کی ایسی نیابت کی ہے کہ قیامت تک آنے والے ہر زمان ومکان کے انسانوں کو ان دعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی اپنے حالات کی نمائندگی اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا، کسی انسان کے بس میں نہیں تھا کہ وہ ایسی چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگنا سکھا گئے اور جن الفاظ سے مانگنا سکھا گئے اور وہ حاجات وضروریات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگے ہیں جو ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتیں۔ دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہیں جس کا تذکرہ ان دعاؤں میں نہ ہو۔ اور ایسے جامع کلمات ہیں کہ جن میں معانی ومطالب کا بحر بے کراں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماثور دعاؤں میں جو جملے اور الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ توحید وربوبیت کی تکمیل کرنے والے، قلبِ انسان کو نور سے اور فضا کو نورانیت وبرکت سے معمور کرنے والے ہیں اور پوری زندگی کی وسعت وتنوع اور شب وروز کے اوقات پر محیط ہیں، نیز تمام دعائیں روحانی دولتوں کے بیش قیمت خزانے ہیں اور امت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم ترین ورثہ ہیں اور ایک ایک دعا ایسی ہے کہ اگر ان میں سے ایک دعا بھی بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پالے تو انسان کا بیڑہ پار ہو جائے۔ اور اس کے علاوہ یہ کہ ان دعاؤں کے الفاظ میں بھی نور ہے اور ان کے معانی ومطالب میں بھی نور ہے ان کے فوائد میں بھی نور ہے گویا کہ ان دعاؤں میں نور ہی نور بھرا ہوا ہے، جن کے پڑھنے سے ساری فضا منور ہو جائے۔

انواعِ دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: پہلی قسم وہ دعائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں یا نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں صحیحین وسنن اربعہ، مسانید ومعاجم، مصنف عبدالرزاق ومصنف ابن شیبۃ، امام نسائیؒ اور ابن السنیؒ کی مستقل کتاب عمل الیوم واللیلۃ نیز امام طبرانی کی ''کتاب الدعا'' میں تفصیل موجود ہے۔

دوسری قسم کی وہ دعائیں جن کا تعلق خاص اوقات وحالات سے ہے مثلاً صبح وشام کی دعائیں، سونے اور جاگنے کی دعائیں، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت پڑھنے کی دعائیں، گھر سے نکلنے اور گھر میں آنے کی دعائیں وغیرہ، اس سلسلے میں بے شمار کتابیں منظر عام پر آئی ہوئی ہیں امام ابن جزریؒ کی تصنیف حصن حصین، حکیم الامت تھانویؒ کی کتاب مناجات مقبول، مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ کی کتاب مسنون دعائیں اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ پرنور دعائیں بھی ہے۔ ان کتابوں میں سے کسی کتاب کو پڑھ کر دعاؤں کو یاد کرنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جو دعائیں مانگی ہیں اگر کوئی شخص ان

دعاؤں کے پڑھنے کی پابندی کرے تو صبح سے شام تک کوئی ایسا وقت، زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں ہوگا جس میں آدمی اپنے رب سے رجوع نہ کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا ایک انمول طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں تلقین فرما دیا ہے اللہ ہمیں اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

جامع دعائیں

تیسری قسم کی وہ دعائیں ہیں جن کا کسی خاص حالت اور مخصوص وقت سے تعلق نہیں بلکہ یہ دعائیں زیادہ مضامین کے لحاظ سے ہمہ گیر اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں کو شامل ہوتی ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کو جوامع الکلم کی دولت دی گئی۔ جامع ادعیہ کی اہمیت کے بارے میں ایک حدیث ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ يَسْتَحِبُّ الجوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَاسِوَى ذَلِكَ (رواہ ابوداؤد: ۱۴۸۲ مشکوۃ) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جامع دعاؤں (کے ذریعہ مانگنے) کو پسند فرماتے تھے اور جامع ادعیہ کے سوا کو چھوڑ دیتے تھے۔ محدث ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ جامع دعاؤں سے مراد ایسی دعائیں جو اللہ تعالی کی حمد و ثناء کو اچھی اغراض کو اور اللہ سے مانگنے کے آداب کو جامع ہو اور اس کے الفاظ قلیل ہوں لیکن مطلب و مفہوم زیادہ ہو اور دنیا و آخرت کے جملہ امور کو اپنے مختصر الفاظ میں شامل کر لیتے ہوں، جیسے قرآن میں مذکور مشہور دعا: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (سورۃ البقرہ) اور اللھم انی اسالک العفو والعافیۃ فی الدنیا و الآخرۃ نیز اس جیسی مختصر جامع دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے ان کے سوا ایسی دعائیں جو غیر جامع ہوں، فرعی اور جزئی امور کی طلب کے ساتھ خاص ہوں ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھوڑ دیتے تھے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج ۴، ص: ۱۵۳۳)

جامع دعاؤں کا ماخذ

قرآن میں مذکور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ سے منقول دعائیں بھی جامع دعاؤں میں شامل ہیں نیز جب خدا تعالیٰ نے خود ان کو ذکر فرمایا ہے تو ان کی قبولیت یقینی ہے اور اس کے مستجاب ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں، اس قسم کی دعاؤں کو ائمۂ حدیث نے اپنی تصنیفات میں باب جامع الدعوات کے تحت درج کیا ہے، خصوصاً ملا علی قاریؒ نے اپنی مقبول تالیف ''الحزب الاعظم'' میں اور حکیم الامت تھانویؒ نے اپنی مشہور تصنیف ''مناجات مقبول'' میں ان جامع دعاؤں کو عمدہ پیرائے میں جمع کیا ہے، احادیث کے بیش بہا ذخیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں زیادہ تر وہ ہیں جن میں کسی انفرادی یا اجتماعی نعمت روحانی یا جسمانی بھلائی، دنیوی یا اخروی خوبی کا سوال کیا گیا ہے، حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کے اندازے

کے مطابق تقریبا ڈیڑھ سو دعائیں اسی قبیل کی ہیں، ان کے سوا بہت سی ایسی دعائیں بھی ہیں جن میں دنیا و آخرت کے تمام شرور و فتن سے اور جملہ آفات و مصائب سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی استعاذہ کی دعائیں بھی مستقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی حجتوں اور آپ کے روشن معجزوں میں سے ہے کہ دنیا اور آخرت کا کوئی بھی شر و فساد و فتنہ اور کوئی بھی بلا و حادثہ ایسا نہیں ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفاظت کی استدعاء نہ کی ہو اور امت کو بھی اس کی تعلیم و تلقین نہ فرمائی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جامع دعا ملاحظہ فرمایئے: اے اللہ! خشکی اور سمندر میں آپ کے کسی بندے نے اور کسی بندی نے ساری زندگی میں جو بھی دعا مانگی ہو اے اللہ ہمیں بھی اس دعا میں شامل کر لیجئے اور ان کو ہماری دعاؤں میں شامل کر لیجئے ہمیں اور ان کو بھی عافیت دیجئے، اور ان کی مغفرت فرما دیجئے اور ہماری بھی مغفرت فرما دیجئے۔ (کنز العمال: رقم ۴۹۷۷)

مستحبات کے برکات

بعض لوگ ماثور دعاؤں کے پڑھنے کو معمولی سمجھتے ہیں اور یہ تک کہہ دیتے ہیں کہ یہ دعائیں پڑھنا مستحب ہی تو ہے اور مستحب کی تعریف یہ ہے کہ پڑھو تو ثواب ہے، نہ پڑھو تو کوئی گناہ نہیں۔ دراں حالیکہ ہر موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگی ہوئی دعا مانگنے سے جو منافع و فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ بیان فرماتے ہیں کہ مستحبات کے برکات و ثمرات بے شمار ہیں، چنانچہ ایک برکت تو یہ ہے کہ بعض اوقات مستحبات معصیت سے مانع ہو جاتے ہیں، کیونکہ جو شخص تہجد و اشراق کا پابند ہوگا وہ بہ نسبت اس شخص کے معاصی سے زیادہ بچے گا جو محض پانچ وقت کے فرائض ادا کرتا ہے اور اس میں علاوہ خاصیت کے ایک طبعی راز یہ ہے کہ مستحبات کی پابندی سے یہ شخص دیندار تہجد گذار مشہور ہو جاتا ہے تو اس لقب کے ساتھ گناہوں کے ارتکاب سے وہ خود بھی شرمانے لگتا ہے اور بعض اوقات کوئی مستحب فعل اللہ تعالی کو ایسا پسند آ جاتا ہے کہ وہی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے، چنانچہ امام سیبویہ ایک نحوی گذرے ہیں ان کے انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ امام نے کہا کہ مجھے بخش دیا خواب دیکھنے والے نے پوچھا کس بات پر بخش دیا؟۔ امام سیبویہ نے کہا کہ ایک نحو کے مسئلہ پر میری نجات ہوگئی وہ مسئلہ یہ کہ معرفہ کی بحث میں نحاۃ نے اختلاف کیا ہے کہ اعرف المعارف کون ہے؟ کسی نے ضمیر متکلم کو اعرف المعارف قرار دیا۔ کسی نے ضمیر مخاطب کو، میں (امام سیبویہ) نے کہا کہ لفظ اللہ اعرف المعارف ہے اس سے بڑھ کر کوئی معرفہ متعین نہیں، کیونکہ لفظ اللہ میں بجز ذات حق کے کسی کا احتمال ہی نہیں، حق تعالیٰ نے اس بات پر فرمایا کہ تم نے ہمارے نام کی بہت تعظیم کی ہے، جاؤ تم کو بخشا گیا۔

ہر دم توجہ الی اللہ کا آسان سبب دعاؤں کا اہتمام

مختلف مواقع پر دعاؤں کے اہتمام کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر وقت اپنے پروردگار کا استحضار اور مالک سے خصوصی تعلق کا احساس وخیال رہتا ہے چنانچہ کثرت ذکر اللہ کا مقصد جن طریقوں سے حاصل ہوتا ہے ان میں سے ایک آسان طریقہ مسنون دعاؤں کا اہتمام ہے اس لئے کہ اگر ایک مجلس میں ایک وقت ایک مرتبہ بیٹھ کر اللہ تعالی کا ذکر کرنا چاہیں گے تو ایک ہزار پانچ ہزار دس ہزار بار اللہ کی تسبیح وتہلیل وتکبیر اور تحمید کر سکتے ہیں اور اس سے فارغ ہونے کے بعد پھر اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے، اللہ تعالی نے دنیا وآخرت میں کامیابی کے لئے کثرت ذکر کا حکم فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴿۴۲﴾ (الاحزاب) اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہو۔ نیز سورۂ آل عمران آیت ۱۹۰، ۱۹۱ میں اللہ تعالیٰ ان ہی احباب کو عقلمند قرار دیا ہے جو ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں: ''بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اہل عقل کے لئے دلائل ہیں (اور اہل عقل وہ لوگ ہیں) جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں اور (یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے''۔

لہذا اللہ کا ذکر خواہ نماز وقراءت کی صورت میں یا بالواسطہ دیگر امور شریعت پر عمل کی شکل میں کرنا چاہئے یا براہ راست اپنے خاص والہانہ تعلق کا اظہار اللہ سے عاجزانہ دعا کرتے ہوئے کرنا چاہئے، اور کثرت ذکر کا دوسرا طریقہ دعاؤں کی کثرت ہے اللہ سے مانگنے کی اتنی مشق کی جائے کہ ہر وقت ہمارا دل اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ کچھ مانگ رہا ہو اگرچہ زبان پر الفاظ دعا نہ ہو لیکن دل میں اللہ تعالیٰ سے چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے کام میں لگے ہوئے مانگنے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ میں خدا کو بھولنے پر فسق کو مرتب کیا گیا ہے اور اس مرض 'فسق' کا سبب نسیان ہے اور سبب کے ازالہ سے مرض کا ازالہ ہوتا ہے یعنی ازالۂ نسیان ذکر ودعا کے اہتمام سے ہوتا ہے، لہذا فسق وعصیان سے احتراز کے لئے دعاؤں کا اہتمام لازمی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

گوشۂ رمضان

رمضان المبارک میں
نیک کام کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کی آسان تدبیر

مولانا سید خواجہ نصیرالدین قاسمی*

ماہِ رمضان المبارک کے فضائل و برکات برادرانِ اسلام کے علم میں ہیں؛ اس کی عظمت وتقدیس سے ان کے قلوب معمور ہیں، لیکن صبح وشام کی مشغولیات ومصروفیات کا انہماک ایسا غالب ہے کہ رمضان میں اعمالِ صالحہ کرنے اور اس پر جمے رہنے کا ذوق وشوق ماند پڑ جاتا ہے اور عملی کوتاہیاں صادر ہونے لگتی ہیں اس کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں کیا کرنا چاہئیے اور کیا نہیں؟ اس کا اشاریہ اور فہرست سامنے ہوتو تذکیر ہوتی رہے گی اور دھیان بھی رہے گا، روزانہ ایک دفعہ اُسے پڑھ لیا جائے تو عمل میں آسانی ہوگی۔

(۱) عقیدۂ توحید ورسالت اور آخرت کی حفاظت کرنا، (۲) پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام کرنا، (۳) اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا، (۴) اہتمام سے روزہ رکھنا، (۵) سحر میں جلدی اُٹھ کر تہجد ادا کرنا، (۶) ہر روزہ کے لئے سحری کرنا، (۷) نوافل مثلاً اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التوبہ، صلوٰۃ الحاجۃ، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ حسبِ موقع ادا کرنا، (۸) عبادتوں کو بوجھ سمجھ کر نہیں بلکہ شوق وذوق سے ادا کرنا، (۹) ۲۰ رکعت تراویح اہتمام سے پڑھنا، (۱۰) تراویح میں مکمل ایک کلام مجید سننے کا اہتمام کرنا، (۱۱) روزانہ قرآن مجید تلاوت کرنا، (۱۲) قرآن مجید کی تلاوت سننا، (۱۳) کلمہ توحید، درود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھنا، (۱۴) دعائیں مانگنا، (خاص کر افطار سے پہلے) (۱۵) اللہ کے سامنے رونا، گڑگڑانا کر گناہوں کی معافی مانگنا، (۱۶) افطار کرانا، (۱۷) رمضان کے اخیر عشرہ میں دس دن کا اعتکاف کرنا، یا کم ازکم عشرۂ آخیرہ کی تمام یا طاق راتوں کو بہ نیت اعتکاف مسجد میں قیام کرنا، (۱۸) لیلۃ القدر کو تلاش کرنا، (۱۹) شب قدر کو اہتمام سے عبادت کرنا، (۲۰) انعام کی رات یعنی شبِ عید کو بھی کچھ نہ کچھ عبادت کی سعی کرنا، (۲۱) صدقہ فطر ادا کرنا،

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

(۲۲) آمدنی کے حلال ہونے کا بھرپور خیال رکھنا، (۲۳) ہر کسی سے خندہ پیشانی وخوش اخلاقی سے پیش آنا، (۲۴) دینی محفلوں اور مجلسوں میں شریک ہوکر دین واخلاق کی باتیں سیکھنا، (۲۵) دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا، (۲۶) غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور بے سہارا لوگوں بالخصوص ضرورت مند رشتہ داروں کی حسب قدرت وگنجائشمد دواعانت کرنا خود نہ کر سکے تو دوسروں کو توجہ دلانا، (۲۷) دولڑنے جھگڑنے والوں میں صلح صفائی کرانا، (۲۸) والدین اور محلہ وخاندان کے بڑے بزرگوں کی عزت وخدمت کرنا، (۲۹) چھوٹوں اور ماتحتوں سے شفقت ونرمی کا برتاؤ کرنا، (۳۰) ائمہ موذنین، علماء وحفاظ، دین کے خدمت گذاروں کی تعظیم واحترام کوملحوظ رکھنا، (۳۱) روزہ، زکوٰۃ، صدقۂ فطر اور دوسرے احکام کو علماء سے معلوم کرکے عمل کرنا، (۳۲) گھروں میں ماں بہنوں کو دین سکھانا، حجاب وپردہ کا اہتمام کروانا، (۳۳) بچوں کو آداب واخلاق کی باتیں نیک لوگوں کے واقعات سنا کر دین کی عظمت ان کے دلوں میں بٹھانا، (۳۴) پڑوسیوں، محلہ والوں، دوست واحباب کے ساتھ خیر خواہی کرنا، (۳۵) ان کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں کو صبر وتحمل سے برداشت کرنا، (۳۶) اورعفوودرگذر سے کام لینا، (۳۷) ماتحتوں کے کام میں کمی کرنا، (۳۸) اہل وعیال کی ضرورتوں کو پورا کرنے شرعی ہدایات پر عمل کرنا، (۳۹) گھروں میں دینی ماحول بنانا، (۴۰) تمام اعمال اللہ کی رضا کے لئے انجام دینا۔

یہ چند کام وہ ہیں جن سے رمضان کے انوار وبرکات حاصل ہوں گی، آگے کچھ وہ کام ذکر کئے جاتے ہیں جن سے بچیں گے تبھی روزوں کا مقصد یعنی تقویٰ وپرہیزگاری کا حصول نصیب ہوگا۔

(۱) شرکیہ وکفریہ اعمال وافکار سے بچنا، (۲) بلا وجہ نماز قضا نہ کرنا، (۳) بغیر عذر کے روزہ اور دیگر فرائض کو نہ چھوڑنا، (۴) بدنگاہی نہ کرنا، (۵) ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، موبائل فون اور اخبارات واشتہارات میں آنے والی فحش وگندی تصاویر نہ دیکھنا، (۶) کسی پر حقارت کی نگاہ نہ ڈالنا، (۷) کسی کا عیب تلاش نہ کرنا، (۸) جاسوسی نہ کرنا، (۹) دلوں میں کینہ اور بغض نہ رکھنا، (۱۰) جھوٹ نہ بولنا، (۱۱) جھوٹی گواہی نہ دینا، (۱۲) جھوٹی قسمیں نہ کھانا، (۱۳) کسی پر تہمت نہ لگانا، (۱۴) گالی نہ دینا، (۱۵) کسی کے ماں باپ اور ان کے بڑوں کو بُرا بھلا نہ کہنا، (۱۵) چغلی نہ کرنا، (۱۶) بدکلامی وفحش گوئی سے پرہیز کرنا، (۱۷) دھوکہ نہ دینا، (۱۸) احسان کرکے نہ جتلانا، (۱۹) والدین کو نہ ستانا، (۲۰) اولاد کو طعنے نہ دینا، (۲۱) بچوں کو کسی کے خلاف نہ اُکسانا، (۲۲) غصے اور چڑ چڑے پن سے احتیاط برتنا، (۲۳) لڑائی جھگڑے سے سختی سے بچنا، (۲۴) نامحرموں سے بات چیت اور تعلقات نہ رکھنا، (۲۵) کسی کو بے عزت اور رُسوا نہ کرنا، (۲۶) کسی پر

ظلم نہ کرنا، (۲۷) مساجد میں شور وغل نہ کرنا، (۲۸) کوئی کام نام ونمود اور شہرت کے لئے نہ کرنا، (۲۹) گناہ اور معاصی والی دعوتوں سے بچنا، (۳۰) بلا وجہ وبے ضرورت تصویر کشی نہ کرنا، (۳۱) اللہ کے رزق کو ضائع نہ کرنا، (۳۲) مال ودولت کو فضول اور لایعنی کاموں میں خرچ نہ کرنا، (۳۳) امانت میں خیانت نہ کرنا، (۳۴) راتوں کو ہوٹلوں، چوراہوں اور بازاروں میں بے کار وقت برباد نہ کرنا، (۳۵) اخلاق وعادات کو بگاڑنے والے، دین واسلام میں شکوک پیدا کرنے والے مضامین ولٹریچر نہ پڑھنا، نہ سننا، نہ عام کرنا، (۳۶) بے تحقیق کسی خبر کو ــــ بالخصوص اسلام اور مسلمانوں سے متعلق ــــ سوشل میڈیا کے ذریعہ نہ پھیلانا، (۳۷) اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے والی آڈیوز ویڈیوز کسی کو فارورڈ نہ کرنا، (۳۸) گانے اور موسیقی نہ سننا، (۳۹) غریبوں، محتاجوں اور ناداروں کو نہ جھڑکنا، (۴۰) کپڑا ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکانا۔ وغیرہ

غرض یہ کہ ہر گناہ اور نافرمانی روزہ کے اجر وثواب کو برباد کر دینے والی ہے، اور اللہ کو ایسے روزہ دار کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی پروانہیں، اس لئے ان معاصی اور جرائم سے سختی سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے مقبول روزے نصیب فرمائے۔ آمین

رمضان المبارک

حال پہلے سے بہتر ہے رمضان میں		میرا چمکا مقدّر ہے رمضان میں
دل فریب ایسا منظر ہے رمضان میں		نعمتوں سے بھرا گھر ہے رمضان میں
دیکھیے سارے عالم کا ماحول ہی		خوشبوؤں سے معطّر ہے رمضان میں
لوگ مصروف ہیں اب عبادت میں سب		رحمتوں کا کھلا در ہے رمضان میں
بارشیں ہو رہی ہیں وہ انوار کی		سارا عالم مُنوّر ہے رمضان میں
قید کر کے رکھا ہے خدا نے اُسے		اب نہ شیطاں کا کچھ ڈر ہے رمضان میں
جو بھٹکتا تھا در در شکم کے لئے		پرُ سکوں وہ گداگر ہے رمضان میں
دعوتیں ہو رہی ہیں جو افطار کی		وہ اُخوّت کا مظہر ہے رمضان میں
دل کو تسکین ہوتی ہے زاہدؔ تبھی		نظم کہتا سخنور ہے رمضان میں

اصلاحی مضامین

تعاون کریں؛ ذلیل اور رسوا نہ کریں!

ازقلم: محمد عمر کاماریڈی*

" مال" اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جس کے ذریعہ انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کرسکتا ہے اور اپنے مقاصد میں بامراد ہوسکتا ہے، اسی طرح دنیا میں انسان کے لیے جینے کا سہارا اور اس کے بقاء کا ناگزیر ذریعہ بھی ہے، آخرت میں بھی اجر وثواب اور گناہوں کی تلافی کا باعث ہے؛ اسی وجہ سے بندہ پر زکاۃ وصدقات کو لازم کیا گیا، اس کے بے شمار فضائل وفوائد کتاب وسنت میں وارد ہوئے ہیں، اگر اس کے کچھ فوائد نہ بھی ہوتے تو تب بھی اس کی ادائیگی ہم پر لازم تھی؛ کیوں کہ یہ حکمِ خداوندی ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے اس کے دنیاوی فوائد سے نوازنے اور اخروی انعامات سے سرفراز کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے؛ جیسے آفات ومصائب ٹل جاتے ہیں، (مشکوٰۃ شریف: ۱/ ۱۶۷) اور" صدقہ" قیامت کے دن ہمارے لئے حجت بنے گا۔ (مسلم شریف: ۱/ ۱۱۸)

زکاۃ دینے میں بے اعتدالی

زکاۃ کی ادائیگی ایک اہم عبادت ہے؛ لیکن آج کل ہم نے اس کی ادائیگی کا جو نیا طریقہ اختیار کرلیا ہے اس کے فوائد کم اور نقصانات زیادہ سامنے آرہے ہیں، کہ ہر کوئی اپنی اور اپنے اہل خانہ کی زکاۃ نکال کر ضروری اشیاء کی کٹس بنا کر غرباء میں تقسیم تو کررہا ہے؛ لیکن ساتھ ہی ساتھ تصویر کشی کر کے سامنے والے کو اتنا ذلیل کردیتا ہے کہ اس کے کئی ایک نقصانات وجود میں آتے ہیں، مثلاً آپ کی اس تصویر کشی کی وجہ سے جو واقعی ضرورت مند لوگ ہیں تو وہی لوگ اس تصویر کشی کے نتیجے میں ہونے والی ذلت ورسوائی اور شرمندگی سے بچنے کی خاطر اپنی خواہشات اور خوشیوں کو قربان کر کے گھروں میں ہی بیٹھ جاتے ہیں، اور پھر غیر مستحق لوگ اس کے حاصل کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں؛ حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ غیر مستحق کو زکاۃ دینے سے زکاۃ قطعاً ادا نہیں ہوتی۔

اب ذرا سوچنا چاہیے کہ جس عبادت کی ادائیگی کے لئے اتنی ساری محنتیں کی جارہے ہیں اگر وہی ادا نہ ہوتو پھر کیا فائدہ!!!

حد تو یہ ہے کہ بعض لوگ لمبی لمبی لائن لگوا کر کٹس تقسیم کرتے ہیں اور تصاویر کھینچتے ہیں؛ حالانکہ ان کو سوچنا

* متعلم دعوہ اسلامک اکیڈمی، حیدرآباد

چاہیے کہ اگر اسی لائن میں ان کی بہن ہو، یا ان کی بیوی ہو، یا ماں کھڑی ہو تو اس وقت وہ کیا کریں گے۔۔۔!! بہت افسوس اور رونے کا مقام ہے۔

صرف یہی ایک نقصان نہیں؛ بلکہ اس کا دوسرا بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی غریب گھرانہ کی کوئی لڑکی اپنے گھریلو حالات کی وجہ سے اس لائن میں کھڑی ہو اور اس لڑکی کا رشتہ طئے ہو چکا ہو؛ لیکن ابھی نکاح باقی ہو، اور آپ کی اس تصویر کشی کی وجہ سے اس کی فوٹو سوشل میڈیا کے ذریعہ لڑکے والوں تک پہونچ جائے تو اس کا کیا اثر پڑے گا، پھر رشتوں کے ٹوٹ جانے کی تک نوبت آجاتی ہے اور پھر یہی لڑکیاں مرتد ہو کر غیروں کے ساتھ بھاگنے پر مجبور ہو جاتی ہیں، اور جب ارتداد کی خبریں سامنے آتی ہیں تو ہم بڑی بے غیرتی سے بلا جھجھک اس لڑکی پر طعن و تشنیع کرتے ہیں؛ حالانکہ اس کے ارتداد کی ایک وجہ ہم بھی ہوتے ہیں؛ لیکن اس طرف توجہ بھی نہیں جاتی، ہماری ذرا سی غفلت اور غلطی کی وجہ سے اتنے بڑے نقصانات وجود میں آتے ہیں اور ہم ہیں کہ اس سے بالکل بے فکر اور غافل ہیں، بس اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اچھا کام ہی تو کر رہے ہیں، جی ہاں! کام تو اچھا ہی ہے؛ لیکن ہم نے جو طریقہ اپنایا ہے وہ غلط ہے اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ " دین" خواہشات کی تکمیل کا نام نہیں؛ بلکہ اسلام کی مکمل تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اس کے تقاضوں کی پابجائی کا نام ہے، اسی طرح زکوۃ دے کر کسی غریب پر احسان بھی نہیں جتانا چاہیے؛ بلکہ غریب کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے ہمارا صدقہ قبول کر کے ہمارا فرض ادا کرنے میں تعاون کیا؛ کیوں کہ اگر غرباء نہ ہوں تو مالدار لوگ اپنے فریضے سے ہرگز سبک دوش نہیں ہو سکتے؛ لیکن افسوس ہے کہ آج کل بہت سے دین دار لوگ بھی اس کا لحاظ نہیں رکھتے، اور چندہ دے کر بے دھڑک احسان جتاتے ہیں اور انہیں حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں؛ حالانکہ ایسا کرنے سے نیکی برباد اور نقصان لازم آجاتا ہے؛ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (سورۃ البقرۃ:۲۶۲) جو لوگ اللہ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذاء پہنچاتے ہیں، (یعنی نہ طعنہ دیتے ہیں، نہ ان کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک کرتے ہیں) ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر (محفوظ) ہے۔ لہٰذا بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

لائحہ عمل

اسلام نے زکاۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اپنے پیروکاروں کو یہ اختیار دیا ہے کہ چاہے تو علانیہ ادا کرے چاہے تو خفیہ طور پر ادا کرے؛ لیکن افضل اور بہتر ہے کہ خفیہ طور پر اور چھپا کر ادا کی جائے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے: اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ‌ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ (البقرۃ:۱۷۱) یعنی اگر تم صدقہ ظاہر کر کے دو تب بھی اچھی بات ہے اور چھپا کر دو اور محتاجوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، نیز اللہ (اس کو) تمہارے کچھ گناہوں کے لئے کفارہ بھی بنادیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے طور پر اپنے علاقہ کے واقعی مستحق ضرورت مند احباب تک پہونچ کر امداد کر دیں۔بس کافی ہے، اتنا شور وغل کر کے کس کو دکھانا ہے؟ اللہ تو تنہائی میں بھی دیکھتا ہے؛ اس لیے اپنے اس عمل کا اللہ کو گواہ بناتے ہوئے ایسے چھپ کر مستحق کی امداد کر دیں کہ اللہ اس اخلاص کی برکت سے بخشش کر دے؛ کیوں کہ "رحمت حق بہانہ می جوید" یعنی رحمتِ حق بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے۔

آخر میں صاحبِ ثروت اور صاحبِ نصاب احباب سے یہی ایک دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ کسی کی محتاجگی اور مجبوری کا غلط فائدہ نہ اٹھائیں اور انہیں ذلیل و رسوا نہ کریں؛ ورنہ اللہ کا یہ فرمان بھی یاد رکھ لیں: وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ۔

پروردگارِ عالم ہمیں نیک راستہ کی ہدایت دے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ثواب کا پورا پیمانہ ملے گا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کو یہ بات پسند ہو کہ ہمارے گھرانے والوں پر درود پڑھتے وقت ثواب کا پورا پیمانہ ملے تو یہ درود پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

"اے اللہ! درود نازل فرما نبی اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر جو تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ کی اولاد پر اور آپ کے گھر والوں پر جیسا کہ تو نے سیدنا ابراھیم علیہ السلام پر درود نازل فرمایا بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے"

(سنن ابی داؤد)

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی ندیم الدین قاسمی*

روزہ کی حالت میں پسینہ یا آنسو کے قطرے کا منھ میں چلا جانا

سوال: اگر پسینہ یا آنسو کے ایک دو قطرے روزہ کی حالت میں منھ میں چلے گئے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: بلا اختیار آنسو یا پسینہ کے ایک دو قطرے حلق میں چلے جائیں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(کتاب المسائل ۲/ ۱۵۷)

روزہ کا فدیہ کن صورتوں میں ہے اور اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: روزہ کا فدیہ کن کن صورتوں میں ادا کیا جا سکتا ہے، اور اس کے ادا کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: جب آدمی بوڑھا ہو جائے اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو روزہ کے بدلہ فدیہ دیدے، جس کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک صدقۂ فطر یا اس کی قیمت ادا کر دیا کرے۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۱۱/ ۵۲۲)

فکس ڈپازٹ رقم پر زکوٰۃ

سوال: بعض حضرات اپنی رقومات کو کئی سالوں کے لئے فکس ڈپازٹ کرا دیتے ہیں، تو کیا ان رقومات پر بھی زکوۃ واجب ہے؟

جواب: ہاں! فکس ڈپازٹ رقم پر بھی زکوۃ واجب ہے؛ کیوں کہ یہ دینِ قوی کے درجہ میں ہے، جس کا بعد میں مقررہ وقت پر ملنا یقینی ہے؛ اس لئے اصل جمع شدہ رقم پر ہر سال کی زکوۃ واجب ہوگی؛ لیکن جو رقم بڑھ کر ملے گی، وہ قطعا حرام ہے، اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے، بلکہ اس اضافی رقم کو سودی مصارف میں خرچ کرنا لازم ہے۔ (کتاب المسائل ۲/ ۲۱۸)

مستحق زکوٰۃ کو تحفہ یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ دینا

سوال: ایک شخص مستحقِ زکوۃ ہے؛ لیکن وہ زکوٰۃ لینا نہیں چاہتا، اگر اس مستحق کو زکوۃ کی رقم تحفہ یا ہدیہ کہہ کر دیدے تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور ایسا کرنا کوئی گناہ تو نہیں؟

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

جواب: جو شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے اس کو زکوٰۃ کی نیت سے زکوٰۃ کی رقم تحفہ یا ہدیہ کہہ کر دینا جائز ہے، زکوٰۃ دینے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۰/ ۵۰۴)

کیا اعتکاف کی قضا لازم ہے؟

سوال: ایک شخص رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھا، دو دن کے بعد بلا عذرِ شرعی یا بہ عذر شرعی باہر نکل گیا، اس کا اعتکاف تو فاسد ہو گیا، تو اب وہ اعتکاف کی قضا کس طرح کرے، اور کب کرے؟

جواب: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مسنون ہے واجب وفرض نہیں، اور بہ عذر شرعی یا بلا عذر شرعی اعتکاف کو فاسد کر دینے سے صرف قضا لازم ہے، کفارہ لازم نہیں۔ نیز جس دن کا اعتکاف فاسد ہوا ہے اُسی ایک دن کی قضاء روزہ کے ساتھ رمضان میں بھی اور رمضان کے بعد بھی کی جا سکتی ہے۔ (مستفاد از: فتاویٰ قاسمیہ: ۱۱/ ۵۶۵)

حالتِ اعتکاف میں روزہ نہ رکھ سکا یا توڑ دیا

سوال: اعتکافِ مسنون کی حالت میں ایک شخص سے بیماری کی وجہ سے روزہ قضا ہو گیا، یا دوا کھا لی، تو کیا ایسی صورت میں اعتکاف باقی رہا یا نہیں؟

جواب: اس سے اعتکاف فاسد ہو گیا ہے؛ لہٰذا جس دن روزہ توڑ دیا ہے، اس دن کا اعتکاف مع روزہ کے بعد میں قضا کر لینا لازم ہے، اور اگر پورے عشرہ کا اعتکاف مع روزے کے قضا کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ ۱۱/ ۵۶۸)

فون میں رنگ ٹون یا کالر ٹون کے طور پر اذان، تلاوت یا اور کوئی ذکر اللہ فیڈ کرنا

سوال: فون میں رنگ ٹون اور کالر ٹون کی جگہ اذان، تلاوت قرآن، یا اور کوئی ذکر اللہ فیڈ کرنا کیسا ہے؟

جواب: فون میں رنگ ٹون یا کالر ٹون کی جگہ اور اسی طرح گھر کی بیل وغیرہ میں اذان، وتلاوت، اور کوئی ذکر اللہ کا فیڈ کرنا چونکہ عظمت اور ادب کے خلاف ہے اس لئے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱/ ۷ ۲۳)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ تھا؟

سوال: لوگوں میں مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایۂ مبارک نہیں تھا، کیا یہ درست ہے؟ یا عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی سایہ تھا؟

جواب: عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی سایہ تھا جو صحیح حدیث سے ثابت ہے، عام لوگوں میں جو مشہور ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا، وہ غلط مشہور ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ۲/ ۱۳۲)